مجلس انصاراللہ یوکے کا علمی، تعلیمی و تربیتی مجلّہ

انصار الدین

امان-شہادت 1392 ہش   جلد 10   نمبر2   مارچ-اپریل 2013



AMA UK Centnrury celiberations- Tree plantation by Majlis Ansarullah UK





AMA UK Centenary celebrations





Tree plantation by Majlis Ansarullah UK

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد 10	نمبر 2	مارچ تا اپریل 2013ء

فہرست مضامین

انصاراللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصاراللہ
چودھری وسیم احمد
مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: حبیب الرّحمٰن غوری، صفدر حسین عباسی، عبدالحفیظ شاھد
مینیجر: محمود علی مرزا
ترسیل: فیاض احمد ملھی (انچارج)
زاھد احمد باجوہ، شھباز احمد، ارشد محمود، ادریس احمد بٹر، محمد اختر، میاں اخلاق احمد، رانا ظھور احمد

مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیرِ اہتمام

سالانہ چیریٹی واک

امسال مانچسٹر میں

30 جون 2013ء کو منعقد ہوگی۔ انشاء اللہ

انصار سے درخواست ہے کہ خود بھی اس واک میں شامل ہوں نیز زیادہ سے زیادہ رقوم چیریٹیز کے لئے اکٹھی کریں۔ جزاکم اللہ

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF　　e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

اداریہ

اسلام اور آزادیٔ تقریر

ہماری دنیا کا موجودہ دور پہلے ادوار سے کئی لحاظ سے بہت مختلف ہے۔ مثلاً صرف گزشتہ صدی میں ہی اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کرنا ایک بہت بڑی بات تھی اور اس کی قیمت بعض دفعہ بہت گراں ہوتی تھی۔ مگر اب دنیا اتنی بدل چکی ہے کہ آج ساری دنیا میں آزادی کا چرچا ہے اور ہر ملک اور مذہب کے لوگ آزادی کے حق میں آواز بلند کرتے ہیں۔ چنانچہ آزادی کی قدر و قیمت اور اس کی اہمیت کا شعور ہر جگہ بڑھ رہا ہے۔ دوسری طرف آج کے دَور کا انسان مختلف قسم کے مصائب کا بھی شکار ہے۔ کہیں لوگ آمرانہ حکومتوں سے آزادی کے خواہاں ہیں تو کہیں ظالم جمہوری حکومتوں کے مظالم سے آزادی کی تمنا دلوں میں پیدا ہو رہی ہے۔ بعض ممالک غیر ملکی تسلّط سے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور بعض اقتصادی غلامی سے نجات کے خواہاں ہیں۔ مذہبی دنیا بھی جبر و تشدّد سے خالی نہیں اور عوام مذہبی ملائیت سے آزادی کی خواہش رکھتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ آج انسان کو ان سب مشکلات اور مصائب سے آزادی کی ضرورت ہے۔

آج دنیا کے پسماندہ ممالک میں اگرچہ مختلف قسم کے جبر و تشدد اور مظالم سے آزادی کی آواز بلند ہوتی ہے مگر ترقی یافتہ ممالک میں آزادیٔ تقریر پر بہت زور دیا جاتا ہے اور اس کا ایسا غلط مفہوم پیش کیا جاتا ہے کہ آزادیٔ تقریر کا خوبصورت اصول ایک بدنما صورت اختیار کر جاتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ چند سالوں میں قرآن کریم اور اسلام کے خلاف انتہائی ناپاک حملے کئے گئے ہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس ذات کے بارہ میں آزادیٔ تقریر کے نام پر سخت دل آزاری کی گئی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ مسلمانوں کے محبوب آقاؐ کے خلاف ایسے دل آزارانہ بیانات آخر کس قسم کی آزادی ہے جو لاکھوں انسانوں کے دلوں کو زخمی کر دیتی ہے اور دنیا بھر میں بدامنی اور فساد اور نفرت کی بنیاد بن جاتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان قبیح حرکات کی پشت پر اسلام کے بڑھتے ہوئے نفوذ کا خوف بھی دامنگیر ہے۔ حالانکہ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے آغاز میں ہی دوسرے مذاہب کے مقدس وجودوں کے احترام کی بنیاد رکھ کر دنیا کو امن و سلامتی کا یہ سبق دیا کہ مسلمان رسولوں کے درمیان کسی قسم کا فرق روا نہیں رکھتے اور سب کی یکساں عزت و احترام ان کی بنیادی تعلیم میں داخل ہے۔ کوئی مسلمان اس وقت تک مسلمان کہلا ہی نہیں سکتا جب تک وہ سب انبیاء کا دل سے احترام نہ کرے۔ اسلام کی یہ ایسی خوبصورت تعلیم ہے جس کے نتیجہ میں کبھی بھی کسی مسلمان نے دوسرے مذاہب کے مقدس وجودوں کے خلاف دل آزار کلمات نہیں لکھے۔

اسلام ایک پُر امن مذہب ہے اور اس کی تعلیم امن و سلامتی پر مبنی ہے اس لئے ہر وہ امر جس سے بدامنی اور فساد کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے اُس کے خلاف ایک مضبوط تعلیم پیش کر دی جیسا کہ فرمایا کہ تم ان کو بھی گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ یہ کیسی خوبصورت تعلیم ہے کہ مشرکین کے بتوں اور اُن کے فرضی معبودوں کی بھی توہین نہ کرو۔ پس جو شخص اس تعلیم پر عمل پیرا ہو گا وہ کسی بھی مذہب کے مقدس وجودوں کی توہین کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ یہ تعلیم ایک گہری حکمت پر مبنی ہے کیونکہ اگر کوئی کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتا ہے تو دوسرے کو بھی یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ بھی جوابی کارروائی کرے اور اس سے امن کی بجائے فتنہ و فساد کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔

اسلام آزادی کے خلاف نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام مذاہب سے بڑھ کر آزادی کا علمبردار ہے۔ مگر ایسی متوازن آزادی کی تعلیم دیتا ہے جو دنیا میں حقیقی اور دیرپا پُرامن کی ضامن ہو۔ اسلام تو یہ بھی حکم دیتا ہے کہ اگر تمہاری کسی قوم سے دشمنی بھی ہو تو تب بھی تم اس بات پر آمادہ نہ ہو جاؤ کہ اُن کے مقدس لوگوں کی توہین کرو۔ پس اگر دنیا آج واقعی امن اور سلامتی کی خواہاں ہے تو لازمی ہے کہ اسلام کی اس خوبصورت تعلیم پر عمل کیا جائے۔

خواہ کسی کو اسلام کے بنیادی عقائد سے اختلاف بھی ہو تب بھی امن و سلامتی کی صرف یہی ایک راہ ہے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ آزادی خود بخود حاصل نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے لئے ایسا راستہ اختیار کرنا لازمی ہے کہ بجائے فتنہ و فساد کے امن اور سلامتی حاصل ہو۔ مسلمانوں کو بالخصوص اس بات پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ جب بھی کوئی اسلام پر حملہ کرتا ہے تو مسلمان مذہبی رہنما بجائے صبر و تحمّل کی تعلیم دینے کے مسلمانوں کے جذبات کو اس قدر مشتعل کر دیتے ہیں کہ وہ تخریب کاری کے ذریعہ سے اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں اور مطالبات کرتے ہیں کہ ایسے قوانین بنائے جائیں کہ کوئی اسلام پر حملہ نہ کر سکے۔ مسلمان مذہبی رہنما اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وہ وہی حرکات کرتے ہیں جو دشمنانِ اسلام اُن سے کروانا چاہتے ہیں تا کہ دنیا کو یہ تأثر دے سکیں کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے پیروکار ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے اور فوراً تشدد پر اتر آتے ہیں۔ آج دنیا اور بالخصوص عالم اسلام کے لیت امن اور سلامتی کی ایک ہی راہ ہے کہ وہ فرسودہ ملائیت کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت سے وابستہ ہو جائیں اور وہ اطوار سیکھیں جو اسلام کے مقدس آقا ﷺ نے اپنی مبارک زندگی میں دنیا کے سامنے پیش فرمائے تھے۔

درس القرآن

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ (سورة النساء 136) ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ۔ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ اِعْدِلُوْا۔ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (سورة المائدة آیت 9 و 10)

ان آیات کا ترجمہ ہے کہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب، دونوں کا اللہ ہی بہترین نگہبان ہے۔ پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو، مبادا عدل سے گریز کرو۔ اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلوتہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اللہ نے اُن لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے کہ اُن کے لئے مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔

مخالفینِ اسلام وقتاً فوقتاً اسلام اور مسلمانوں پر شدت پسندی اور غیر مسلموں کے لئے دلوں میں بغض و کینہ رکھنے یا پیدا کرنے کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ ہر دہشت گردی کا واقعہ جو ہوتا ہے دنیا میں، چاہے جو وہ مسلمان کہلانے والوں کی طرف سے ہوا ہو یا کسی اور کی طرف سے، یا جو کارروائی بعض نام نہاد اسلام پسند گروہ یا جہادی تنظیمیں کرتی ہیں، اُنہیں اسلامی تعلیم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور پھر قرآنِ کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو انتہائی لغو اور بیہودہ الفاظ میں نشانہ بنایا جاتا ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے زمانے کے امام اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ہے جو مخالفینِ اسلام کے ہر الزام کو قرآنِ کریم کی تعلیم کی روشنی میں ردّ کرتی ہے، اور ہر بیہودہ گوئی کا جواب دے کر مخالفینِ اسلام کو اُن کا آئینہ دکھاتی ہے۔ اسلام کی عدل و انصاف پر مبنی انتہائی اعلیٰ تعلیم کا بیان درج بالا آیات میں کیا گیا ہے اور یہ ایسی اعلیٰ تعلیم ہے کہ کوئی بھی انصاف پسند غیر مسلم اس تعلیم کو سن کر اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہتا لیکن ساتھ ہی یہ سوال بھی کرتا ہے کہ اس تعلیم پر عمل کہاں ہے؟ افرادِ جماعت اپنے اپنے فہم کے مطابق اس سوال کا جواب دیتے ہیں اور عموماً غیروں پر اس کا اچھا اثر بھی ہے۔ لیکن ہمیں حقیقت پسند ہونے کی بھی ضرورت ہے اور اپنے جائزے لینے کی بھی ضرورت ہے۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سوموار اور جمعرات کو نفلی روزہ رکھنے کی افضلیت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کو ہر ہفتہ ایک روزہ رکھنے کی تحریک فرمائی ہے اور پھر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سوموار یا جمعرات کو یہ نفلی روزے اجتماعی طور پر رکھے جائیں تو بہتر ہے۔

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ سے ثابت ہے کہ آپ بڑے اہتمام کے ساتھ سوموار اور جمعرات کو نفلی روزے رکھا کرتے تھے اور ان دو دنوں میں خصوصاً نفلی روزے رکھنے پسند فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں بعض احادیث احباب کے استفادہ کے لئے پیش ہیں۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر مہینے تین ایام روزے رکھا کرتے تھے۔ ایک مہینے کے شروع میں سوموار کے روز پھر جمعرات کو اور پھر اس کے بعد والی جمعرات کے روز۔

(السنن الکبریٰ للنسائی کتاب الصیام باب کیف یصوم ثلاثۃ أیام من کل شھر حدیث نمبر 2735)

☆ حضرت ابوقتادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ سوموار اور جمعرات کو روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ سوموار کو میں پیدا ہوا اور اسی روز مجھے مبعوث کیا گیا۔ یا یہ فرمایا کہ اسی روز مجھ پر وحی نازل ہونا شروع ہوئی۔

(صحیح مسلم کتاب الصوم باب استحباب صیام ثلاثۃ أیام من کل شھر۔ سنن ابو داؤود کتاب الصوم باب فی صوم الدھر تطوعا)

☆ حضرت ابوقتادہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت عمرؓ تشریف لائے اور آپؐ سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی آپ سوموار کو روزہ کس لئے رکھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس روز مَیں پیدا ہوا اور اسی روز میں وفات پاؤں گا۔

(صحیح ابن خزیمہ کتاب الصیام باب استحباب صوم الاثنین)

☆ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ دونوں سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنا ترک نہیں کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بارہ میں روایت ہے کہ آپ بھی سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق کتاب الصوم باب صیام یوم الاثنین)

اللہ تعالیٰ ہمیں خلیفہ وقت کی اس تحریک پر بطریق احسن لبیک کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کلام الامام علیہ السلام

ظاہر و باطن میں اسلام کا نمونہ اختیار کرنا چاہئے۔

حضرت اقدسؑ حسب دستور سیر کے لئے تشریف لائے عرب صاحب نے انگریزی وضع قطع پر کچھ ذکر چھیڑا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ انسان کو جیسے باطن میں اسلام دکھانا چاہئے ویسے ہی ظاہر میں بھی دکھلانا چاہئے۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہئے جنہوں نے آج علیگڑھ میں تعلیم پا کر کوٹ پتلون وغیرہ سب کچھ ہی انگریزی لباس اختیار کر لیا ہے حتیٰ کہ وہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی عورتیں بھی انگریزی عورتوں کی طرح ہوں اور ویسے ہی لباس وغیرہ وہ پہنیں۔ جو شخص ایک قوم کے لباس کو پسند کرتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ اس قوم کو اور پھر ان کے دوسرے اوضاع و اطوار حتیٰ کہ مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ اسلام نے سادگی کو پسند کیا ہے اور تکلفات سے نفرت کی ہے۔

چھری کانٹے سے کھانے پر فرمایا کہ شریعت اسلام نے چھری سے کاٹ کر کھانے سے تو منع نہیں کیا، ہاں تکلف سے ایک بات یا فعل پر زور ڈالنے سے منع کیا ہے اس خیال سے کہ اس قوم سے مشابہت نہ ہو جاوے ورنہ یوں تو ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری سے گوشت کاٹ کر کھایا اور یہ فعل اس لئے کیا کہ تا اُمت کو تکلیف نہ ہو۔ جائز ضرورتوں پر اس طرح کھانا جائز ہے۔ مگر بالکل اس کا پابند ہونا اور تکلّف کرنا اور کھانے کے دوسرے طریقوں کو حقیر جاننا منع ہے کیونکہ پھر آہستہ آہستہ انسان کی نوبت تتبع کی یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ ان کی طرح طہارت کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ سے مراد یہی ہے کہ التزاماً ان باتوں کو نہ کرے ورنہ بعض وقت ایک جائز ضرورت کے لحاظ سے کر لینا منع نہیں ہے جیسے کہ بعض دفعہ کام کی کثرت ہوتی ہے اور بیٹھے لکھتے ہوتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ کھانا میز پر لگا دو اور اس پر کھا لیا کرتے ہیں اور صف پر بھی کھا لیتے ہیں، چارپائی پر بھی کھا لیتے ہیں۔ تو ایسی باتوں میں صرف گزارہ کو مدّ نظر رکھنا چاہئے۔

تَشَبَّهَ کے معنے اس حدیث میں یہی ہیں کہ اس لکیر کو لازم پکڑ لینا۔ ورنہ ہمارے دین کی سادگی تو ایسی شئے ہے کہ جس پر دیگر اقوام نے رشک کھایا ہے اور خواہش کی ہے کہ کاش ان کے مذہب میں ہوتی اور انگریزوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لے کر استعمال کئے ہیں مگر اب رسم پرستی کی خاطر وہ مجبور ہیں، ترک نہیں کر سکتے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ نمبر 388-387)

فرمودات
حضرت خلیفۃ المسیح الخامس
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

’’ایک احمدی کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب وہ اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے تو ساتھ ہی اپنا تعارف ایک احمدی مسلمان کی حیثیت سے کرواتا ہے۔ اور ایسے انسان کی حیثیت سے کرواتا ہے جو اس زمانے میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا دعویٰ لے کر کھڑے ہونے والے کے پیروکار ہیں۔ یہ اس بات کا تعارف کرواتا ہے کہ ہم اُس مسیح موعود اور مہدی معہود کے ماننے والے ہیں جو اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا میں پیش کرنے آیا اور ایک جماعت قائم کی ہے۔

احمدی کی طرف سے اسلام کی خوبصورت تعلیم کا بیان صرف ایک احمدی کی ذات کو تعریف کے قابل نہیں بناتا بلکہ ایک امن پسند، انصاف پر قائم رہنے والی اور سچائی کا اظہار کرنے والی، اسلام کی حقیقی تعلیم پر عمل کرنے والی جماعت کا تصور غیروں کے سامنے اُبھرتا ہے اور اُبھرنا چاہئے۔ اور اگر کوئی احمدیوں کے قول و فعل میں تضاد دیکھتا ہے تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ فلاں شخص کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے، یا اُس میں سچائی کا فقدان ہے یا وہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ بلکہ فوری طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ دیکھو فلاں احمدی ہے، دعوے تو اپنی نیکیوں کے یہ لوگ بڑے کرتے ہیں، جماعت اس زمانے میں اپنے آپ کو بڑا انصاف کے قیام کا علمبردار سمجھتی ہے لیکن اس میں شامل لوگ ایسے ایسے ظلموں میں ملوث ہیں۔ کئی غیر از جماعت لوگ جو احمدیوں کے ساتھ کاروبار بھی کر رہے ہیں، جب اُن کے سامنے کاروباری مسائل اُٹھتے ہیں، مقدمے چلتے ہیں تو وہ مجھے یہی باتیں لکھتے ہیں کہ فلاں احمدی تھا، ہم نے اعتبار کیا اور اب یہ یہ مسائل ہمارے پیدا ہو رہے ہیں اور انصاف سے جو گواہی دینی چاہئے وہ نہیں وہ دے رہا۔ انصاف کرتے ہوئے جو میرا حق ادا کرنا چاہئے وہ ادا نہیں کر رہا۔

پس ایک احمدی اپنے عمل سے جماعت احمدیہ کا ایک image یا تصور خراب کر رہا ہوتا ہے، ایک غلط تأثر قائم کر کے جماعت کی بدنامی کا باعث بن رہا ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ زیادہ گناہگار ٹھہرتا ہے کہ دعویٰ نیکیوں کا ہے اور عمل کچھ اَور ہے۔ یہ فکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی تھی جس وجہ سے آپ نے فرمایا تھا کہ ہماری طرف منسوب ہو کر پھر ہمیں بدنام نہ کرو۔

(بحوالہ ملفوظات جلد چہارم صفحہ 145 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

(مذکورہ بالا اقتباس حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 26 اپریل 2013ء سے لیا گیا ہے۔)

مغربی میڈیا اور اَسماءُ النّبی ﷺ کی عظیم الشّان تجلّیات

(قمر داؤد کھوکھر۔ آسٹریلیا)

قسط دوم۔آخر

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسماء النبیؐ سے متعلق دیا جانے والا علم لدُنّی

جیسا کہ ابتدائی سطور میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ مامور زمانہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں اسلام کے احیاء اور محبوب خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لیے مامور فرمایا تھا۔ جیسا کہ خود سیدنا حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے مامور کر کے دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لیے بھیجا ہے۔ تا کہ میں اس پُر آشوب زمانہ میں قرآن کی خوبیاں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں ظاہر کروں۔'' (برکات الدعا صفحہ:23)

لہٰذا یہ ضروری تھا کہ آپؑ کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پہلے سے بڑھ کر ظاہر ہوتی اور اس کا ثبوت سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر فرمودہ کتب اور آپؑ کے ملفوظات ہیں جو اسلام اور محمد مصطفی ﷺ کی عظمتِ شان، ارفع و اعلیٰ مقام اور علو مرتبت کے عظیم الشان مضامین پر مشتمل ہیں۔ حضور علیہ السلام نے بھی اپنی کتب اور ملفوظات میں اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق بے شمار معرفت کے نکات بیان فرمائے ہیں مثلاً سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی عربی کتاب نجم الھدیٰ میں محمدؐ نام کی عظمت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ النبی الامی محمدٍ احمد الذی کان اسماہ ھٰذان اوّل اسماءٍ عُرضت علیٰ آدم بما کانا علّۃً غائیۃً للنشاَۃ الاولیٰ وکانا فی علم اللّٰہ اشرف و اقدم فھو اوّل النبیّین درجۃً بھٰذین الاسمین. ترجمہ: ''اور اس کے رسولِ اُمّی پر درود و سلام ہو جس کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہے۔ یہ دونوں نام اس کے وہ ہیں کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کیے گئے تھے تو سب سے اوّل یہی دو نام پیش ہوئے تھے۔ کیونکہ اس دنیا کی پیدائش میں وہی دو نام علّتِ غائی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے علم میں وہی اشرف اور اقدم ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ ان دونوں ناموں کے تمام انبیاء علیہم السلام سے اول درجہ پر ہیں۔''

(نجم الھدٰی، روحانی خزائن جلد:14 صفحہ:4-3 یہ ترجمہ خود حضور کا ہی ہے)

ایک دوسرے موقعہ پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''یہی بات سچ ہے کہ اس نام کا مستحق اور واقعی حقدار ایک تھا جو محمدؐ کہلایا۔ یہ دادِ الٰہی ہے۔ جس کے دل و دماغ میں چاہے یہ قوتیں رکھ دیتی ہے۔ اور خدا خوب جانتا ہے کہ ان قوتوں کا محل اور موقع کون ہے۔ ہر ایک کا کام نہیں کہ اس راز کو سمجھ سکے۔ اور ہر ایک کے منہ میں وہ زبان نہیں جو یہ کہہ سکے کہ اِنّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً۔ جب تک روح القدس کی خاص تائید نہ ہو یہ کام نہیں نکل سکتا۔ رسول اللہ میں وہ ساری قوتیں اور طاقتیں رکھی گئی تھیں جو محمدؐ بنا دیتی ہیں۔ (الحکم 17 جنوری 1901ء صفحہ:3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ: ''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مذمت کرنے والوں کے ردّ کے لیے محمدؐ رکھا گیا۔ تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ اس قابل تعریف نبی کی شریر اور خبیث لوگ مذمت کریں گے۔ مگر وہ محمدؐ ہے یعنی نہایت تعریف کیا گیا نہ کہ مذمم۔'' (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 296)

محمد ﷺ کے وجود میں تمام انبیاء کی شانیں جمع ہیں

دوسرا عظیم الشان نکتہ اس تعلق میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں۔ اور تمام سابقہ انبیاء کی شانیں آپؐ کی ذات پاک میں جمع کر دی گئی تھیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں: ''قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ۔ پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوئے''۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 300)

اور ایک دوسرے مقام پر اس امر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاءؑ کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے۔ پس وہ موسیٰؑ بھی ہے اور عیسیٰؑ بھی اور آدمؑ بھی اور ابراہیمؑ بھی اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی۔ اِسی کی طرف اللہ جلّ شانہ اشارہ فرماتا ہے فبھدٰھم اقتدہ یعنی اے رسول تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع کرلے۔ جو ہر ایک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پس اس سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمد ﷺ کا نام اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ محمدؐ کے یہ معنے ہیں بغایت تعریف کیا گیا۔ اور غایت درجہ کی تعریف تبھی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالاتِ متفرقہ اور صفات خاصہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جن کا اس وقت لکھنا موجب طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت بتلاتی ہیں کہ آنحضرتؐ کی ذاتِ پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعہ انبیاء تھی۔ اور ہر ایک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پا کر یہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ آنے والا ہے۔ اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیمؑ سے مناسبت رکھنے والا یہ نبیؐ ہے۔ اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری مسیحؑ سے بشدّت مناسبت ہے۔ اور اس کے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے۔

پس اس حدیث میں حضرت مسیح کے اس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئے گا۔ سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح جب آیا تو اس نے مسیح ناصری کے ناتمام کاموں کو پورا کیا۔ اور اس کی صداقت کے لیے گواہی دی۔ اور ان تہمتوں سے اس کو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اس پر لگائی تھیں۔ اور مسیحؑ کی روح کو خوشی پہنچائی"۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 343)

اسم احمدؐ کی ارفع شان

حضرت امام جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب 'الخصائص الکبریٰ' میں حضرت انسؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ جو لوگ احمدؐ پر ایمان نہیں لائیں گے میں اُن کو جہنم میں داخل کروں گا خواہ کوئی بھی ہو۔ موسیٰؑ نے پوچھا احمدؐ کون ہیں؟ اللہ نے فرمایا کہ ان سے زیادہ میرے نزدیک معزز میں نے کسی مخلوق کو پیدا نہیں کیا ہے۔ زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے ہی میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ لکھ رکھا ہے۔ جنت اس وقت تک ہر ایک مخلوق پر حرام ہوگی جب تک کہ احمدؐ اور ان کی امت سب سے پہلے اس میں داخل نہ ہولیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کی امت کے بارہ میں پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ تو اللہ نے فرمایا الحمّادون یعنی وہ بڑی حمد کرنے والے لوگ ہیں۔ وہ چڑھائی پر چڑھتے ہوئے بھی اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اترتے ہوئے بھی اللہ کی حمد کرتے ہیں"۔

(کفایۃ اللبیب فی خصائصِ الحبیب [الخصائص الکبریٰ] جلد1 صفحہ 12، بحوالہ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم)

اس تعلق میں تیسرا نکتہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نام 'احمدؐ' کی عظمت کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام اپنی عربی کتاب نجم الہدیٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

"حمدهٗ روح النبی بحمدٍ لایبلغ فکرٌ الی اسرارہٖ. ولا تدرک ناظرۃٌ حدود انوارہٖ. وبالغ فی الحمد حتّٰی غاب و فنا فی اذکارہٖ"

ترجمہ: نبی ﷺ کی روح نے اللہ تعالیٰ کی وہ تعریف کی جو کوئی فکر اس کے بھیدوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور کوئی آنکھ اس کے نوروں کی حدود کو پا نہیں سکتی۔ اور اس نے خدا کی تعریف کو کمال تک پہنچایا یہاں تک کہ اس کے ذکروں میں گم اور فنا ہوگیا۔

(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد:14 صفحہ:6-5 یہ ترجمہ خود حضورؑ کا ہی ہے)

اور اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "فما فارت قلوب الآخرین للحمد کما فار قلبُ نبینا لحمدِ منعمٍ تولّٰی امرہٗ وحدہٗ من جمیع الانحاء فلا جل ذالک ما سُمّی احدٌ منھم باسم احمد فانّہٗ ماالثنی علیَ اللّٰہ احدٌ منھم کمحمدٍ. وَمَا وَحّد"

ترجمہ: "پس دوسروں کے دل حمد الٰہی کے لیے ایسے جوش میں نہ آسکے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل جوش میں آیا۔ کیونکہ ان کے ہر ایک کام کا خدا ہی متولّی تھا۔ پس اسی وجہ سے کوئی نبی یا رسول پہلے نبیوں اور رسولوں میں سے احمدؐ کے نام سے موسوم نہیں ہوا۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے خدا کی توحید اور ثناء ایسی نہیں کی

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔"

(نجم الہدیٰ، روحانی خزائن جلد:14 صفحہ:7 ,یہ ترجمہ خود حضورؑ کا ہی ہے)

محمدؐ اور احمدؐ دو جدا جدا کمال ہیں

چوتھا نکتہ اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مبارک نام محمدؐ اور احمدؐ دراصل دو جدا جدا کمال ہیں۔ اس نکتہ کی وضاحت فرماتے ہوئے ایک مجلس میں آپؑ نے فرمایا کہ: "آپؐ کے مبارک ناموں میں سر یہ ہے کہ محمدؐ اور احمدؐ جو دو نام ہیں ان میں دو جدا جدا کمال ہیں۔ محمدؐ کا نام جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے جو نہایت درجہ تعریف کیا گیا ہے۔ اور اس میں ایک معشوقانہ رنگ ہے۔ کیونکہ معشوق کی تعریف کی جاتی ہے۔ پس اس میں جلالی رنگ ہونا ضروری ہے۔ مگر احمدؐ کا نام اپنے اندر عاشقانہ رنگ رکھتا ہے کیونکہ تعریف کرنا عاشق کا کام ہے۔ وہ اپنے محبوب اور معشوق کی تعریف کرتا ہے۔ اس لیے جیسے محمدؐ محبوبانہ شان میں جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے اسی طرح احمدؐ عاشقانہ شان میں ہوکر غربت اور انکساری کو چاہتا ہے۔ اس میں ایک سر یہ تھا کہ آپؐ کی زندگی کی تقسیم دو حصوں پر کردی گئی۔ ایک تو مکی زندگی ہے جو تیرہ برس کے زمانہ کی ہے۔ اور دوسری وہ زندگی جو مدنی زندگی ہے اور وہ دس برس کی ہے۔

مکہ کی زندگی میں اسم احمدؐ کی تجلی تھی۔ اس وقت آپؐ کی دن رات خدا تعالیٰ کے حضور گریہ و بکا اور طلب استعانت اور دعا میں گذرتی تھی۔ اگر کوئی شخص آپ کی اس زندگی کے بسر اوقات پر پوری اطلاع رکھتا ہو تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ جو تضرّع اور زاری آپؐ نے اس مکی زندگی میں کی ہے وہ کبھی کسی عاشق نے اپنے محبوب و معشوق کی تلاش میں کبھی نہیں کی اور نہ کر سکے گا۔ پھر آپؐ کی تضرّع اپنے لیے نہ تھی بلکہ یہ تضرّع دنیا کی حالت کی پوری واقفیت کی وجہ سے تھی۔ خدا پرستی کا نام و نشان چونکہ مٹ چکا تھا اور آپؐ کی روح اور خمیر میں اللہ تعالیٰ میں ایمان رکھ کر ایک لذت اور سرور آچکا تھا۔ اور فطرتاً دنیا کو اس لذت اور محبت سے سرشار کرنا چاہتے تھے۔ ادھر دنیا کی حالت کو دیکھتے تھے تو ان کی استعدادیں اور فطرتیں عجیب طرز پر واقع ہو چکی تھیں۔ اور بڑے مشکلات اور مصائب کا سامنا تھا۔ غرض دنیا کی اس حالت پر آپ گریہ و زاری کرتے تھے اور یہاں تک کرتے تھے کہ قریب تھا کہ جان نکل جاتی۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لعلّک باخعٌ نفسک الّا یَکُونُوا مؤمنین [الشعراء:4] یہ آپؐ کی متضرعانہ زندگی تھی۔ اور اسم احمدؐ کا ظہور تھا۔ اس وقت آپ ایک عظیم الشان توجہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اس توجہ کا ظہور مدنی زندگی اور اسم محمدؐ کی تجلّی کے وقت ہوا جیسا کہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے: وَاسْتَفْتَحُوا وَ خَابَ کُلُّ جبَّارٍ عنیدٍ [ابراھیم:16]

(ملفوظات جلد2 صفحہ 178-179)

اسماء النبیؐ دراصل صفات الٰہیہ کے مظہر ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں پانچواں نکتہ عظیمہ یہ بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں نام محمدؐ اور احمدؐ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمان

اور رحیم کے کامل مظہر ہیں۔ اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ''انّ اللّٰہ سمّاہ محمداً و احمد وما سمّٰی بھما عیسیٰ و کلیماً و اشرکہ فی صفتیہِ الرحمٰن والرَّحیم بما کا ن فضلہٗ علیہ عظیماً.

(اعجاز المسیح. روحانی خزائن جلد18 ص 107-108)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا۔ اور اس نے ان ناموں سے عیسیٰؑ اور موسیٰ کلیم اللہ کو نہیں پکارا۔ اور اس نے آپؐ کو اس وجہ سے کہ آپؐ پر اس کا بڑا فضل تھا اپنی صفت رحمان اور رحیم میں شریک بنایا۔

اور اس نکتہ عظیمہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ: (ترجمہ از عربی) ''اگر تم سوال کرو کہ خلق عظیم کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آپؐ رحمان اور رحیم ہیں اور آپؐ کو یہ دونوں نور اس زمانہ سے عطا کئے گئے ہیں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ اور آپؐ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا نام ونشان بھی موجود نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو نور ہی نور ہے ارادہ کیا کہ وہ ایک نور کو پیدا کرے تب اس نے اس درّ یتیم یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اور آپؐ کے دونوں ناموں کو اپنی ان دونوں صفات میں شریک ٹھہرایا جس کی وجہ سے آپؐ ہر قلب سلیم پر فوقیت لے گئے۔ اور آپؐ کے یہ دونوں نام قرآن کریم کی تعلیم میں درخشاں ہیں۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی وجود حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے نوروں سے مرکب ہے۔ جیسا کہ وہ خدا تعالیٰ کی صفات رحمان اور رحیم سے مرکب ہے۔ پس اس ترکیب نے تقاضا کیا کہ آپ کو یہ عجیب وغریب مقام عطا ہو۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے آپؐ کا نام محمدؐ بھی رکھا اور احمدؐ بھی۔ اور آپؐ خدا تعالیٰ کے نورِ جمال اور نورِ جلال کے وارث ہیں۔ اور اس شان میں آپ منفرد ہیں۔ اور آپؐ کو محبوبیت کی شان بھی عطا کی گئی ہے۔ اور محبوں والا دل بھی آپؐ کو عنایت کیا گیا ہے۔ جیسا کہ یہ دونوں شانیں ربّ العالمین میں پائی جاتی ہیں۔ پس آپؐ محمودین اور حامدین دونوں کے برگزیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنی ان دونوں صفات میں شریک کیا ہے اور اپنی ان دونوں رحمتوں سے آپؐ کو حصہ وافر عطا فرمایا ہے''۔

(اعجاز المسیح. روحانی خزائن جلد18 صفحہ 118-120)

رسول اللہ ﷺ سے اللہ کے وعدے

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے اللہ تعالیٰ کے بے شمار وعدوں کا جابجا ذکر ملتا ہے۔ یہ وعدے اپنی پوری شان کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران بھی پورے ہوتے رہے، خلفاء راشدین کے دور میں بھی پورے ہوتے رہے اور آئندہ بھی رہتی دنیا تک یہ وعدے پورے ہوتے رہیں گے۔ ان وعدوں میں سے چند ایک کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

(1) فَسَیَکْفِیکَھُمُ اللّٰہُ۔ (البقرۃ:138) پس اللہ تیرے لئے ان سے نپٹنے کے لئے کافی ہے۔

(2) وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس (المائدۃ:68) اور اللہ تجھے ان لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

(3) اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِئِینَ (الحجر:96) یقیناً ہم استہزاء کرنے والوں کے مقابل پر تیرے لئے کافی ہیں۔

(4) اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ (بنی اسرائیل:61) یقیناً تیرے ربّ نے انسانوں کو گھیر لیا ہے۔

(5) اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (الزمر:38) کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔

(6) وَاصْبِر لِحُکمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا (الطور:49) اور اپنے ربّ کے حکم کی خاطر صبر کر۔ تو ہماری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔

ان مذکورہ بالا وعدوں کے علاوہ کچھ اور وعدے بھی ہیں جن کا یوم آخرت میں پورے ہونے کا وعدہ دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک وعدہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا: عَسٰیٓ اَن یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحْمُودًا (بنی اسرائیل:80) قریب ہے کہ تیرا ربّ تجھے مقامِ محمود پر فائز کردے۔

سورہ بنی اسرائیل کی اس مذکورہ بالا آیتِ قرآنی میں جس مقام محمود کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارہ میں متعدد صحابہ کبارؓ اور مفسرین کی یہی رائے ہے کہ اس مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے جس پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ ﷺ کو فائز فرمائے گا۔ امام ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بات بھی بیان کی ہے کہ مقام محمود سے مراد ''مقامِ حَمد'' ہے جو آخرت میں آپؐ کو عطا ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''مقام محمود سے مراد یہ ہے کہ ہم تجھے اس مقام پر کھڑا کریں گے کہ جہاں کھڑا ہونے پر تمام مخلوق آپ کی تعریف کرے گی اور خود خالق اکبر (اللہ تعالیٰ) بھی آپؐ کی حمد کرے گا۔'' (تفسیر ابن کثیر۔ زیر آیت عَسٰیٓ اَن یَّبْعَثَکَ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ: ''مقاماً محمودًا میں ایک بہت بڑی پیشگوئی کی گئی ہے۔ دنیا میں کسی شخص کو اتنی گالیاں نہیں دی گئیں جتنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں ہیں۔...... مقام محمود عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان گالیوں کا آپؐ کو صلہ دیا ہے فرماتا ہے جس طرح دشمن گالیاں دیتا ہے ہم مؤمنوں سے تیرے حق میں درود پڑھوائیں گے اسی طرح عرش سے خود بھی تیری تعریف کریں گے۔ اس کے مقابل پر دشمن کی گالیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔

مقام محمود سے مراد مقام شفاعت بھی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ (آخرت کے دن) سب اقوام کے لوگ سب نبیوں کے پاس سے مایوس ہوکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شفاعت کی غرض سے آئیں گے اور آپؐ شفاعت کریں گے۔ اس طرح گویا ان سب اقوام کے منہ سے آپؐ کے لیے اظہار عقیدت کروایا جائے گا جو اس دنیا میں آپ کو گالیاں دیتی تھیں۔ اور یہ ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مقام محمود ہے۔'' (تفسیر کبیر، جلد چہارم، صفحہ:375)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس آیت کے معانی مختلف مقامات پر بیان فرمائے ہیں۔ آپؑ تحریر فرماتے ہیں کہ: 'عَسٰیٓ اَن یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحْمُودًا۔ خدا تجھے اس مقام پر اٹھائے گا جس میں تو تعریف کیا جائے گا'

(تبلیغ رسالت، مجموعہ اشتہارات، جلد دوم صفحہ 93 تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 240)

آپؑ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں

تیری تعریف کی جائے گی۔یعنی گو اوّل میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر خدائے تعالیٰ کی مدد کو دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی"۔(ایضاً صفحہ 240)

آپؑ مزید فرماتے ہیں کہ:

"وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد وثنا کرے گی۔"

(دافع البلاء روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 8 تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 240)

پس مغربی دنیا جتنی چاہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرلے، جتنا چاہے اس پاک نام کو مٹانے کے منصوبے بنالے اور جتنی چاہے اس مبارک اور محمود نام کی توہین کی ناپاک کوششیں کرلے یہ نام تو بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے دنیا میں ظاہر فرمایا ہے۔جیسا کہ خود خالق کائنات نے یہ اعلان فرمایا تھا: ورفعنا لک ذکرک (الانشراح،آیت 5) کہ اے محمدؐ ہم نے تیرا ذکر تیرے لئے بلند کردیا ہے۔اور درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیبؐ کا ذکر اس قدر بلند کردیا ہے کہ دنیا کے ہر خطہ میں جہاں بھی مسلمان بستے ہیں اللہ کے نام کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی بلند ہو رہا ہے۔ان کی ہر مجلس، محفل، گھر، گلی اور شہر میں اسی محبوبؐ نام کے چرچے ہیں۔بلکہ وہ لوگ بھی جو اس نام سے واقف نہ تھے وہ بھی اس نام اور اس عظیم الشان وجود باجود کی طرف توجہ کرتے نظر آتے ہیں۔اور منشاء ایزدی نے بھی یہی چاہا کہ اسی طریق پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت کو دنیا بھر میں پھیلایا جائے اور کوئی نہیں جو اللہ عزّ وجل کی اس تقدیر کو روک سکے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

وَصَلْنَا اِلَی الْمَوْلیٰ بِھٰذِی نَبِیِّنَا
فَدَعْ مَا یَقُوْلُ الْکَافِرُ الْمُتَنَصِّرُ
بَدْرٌ مِّنَ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ بِفَضْلِہٖ
وَالْبَدْرُ لَا یَغْسُو بِلَغْیِ ضِرَاءٍ
لَا یَبْصُرُ الْکُفَّارُ نُوْرَ جَمَالِہٖ
وَالْمَوْتُ خَیْرٌ مِّنْ حَیَاۃِ غِشَاءٍ

ہم اپنے نبیؐ کی راہنمائی سے اپنے مولیٰ تک پہنچتے ہیں پس جو کچھ عیسائی کافر کہتا ہے اسے چھوڑ دو۔آپؐ اللہ کریم کے فضل سے ایک بدر کامل ہیں اور بدر ایک نابینا کی لغو باتوں سے بے نور نہیں ہوسکتا۔کافر آپؐ کے جمال کے نور کو دیکھ نہیں سکتے اور غشی کی زندگی سے تو موت ہی بہتر ہے۔

فصلوٰت اللہ و سلامہ علیہ دائماً مستمراً ما دامت الارض والسماوات

حیرت انگیز تبدیلی

حضرت منشی محمد اسماعیل صاحبؓ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرکے اپنے شہر سیالکوٹ واپس گئے تو یکدم لوگوں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنی سابقہ لغو عادات یعنی تاش کھیلنا اور بازار میں بیٹھ کر گپیں ہانکنا سب چھوڑ دیا ہے اور نماز تہجد با قاعدہ شروع کردی ہے۔ان کے حالات میں اس قدر غیر معمولی تغیر دیکھ کر سب بہت حیران ہوئے۔

انگریز احمدی محترم بشیر احمد صاحب آرچرڈ 1944ء میں احمدیت میں داخل ہوئے۔قادیان میں کچھ عرصہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد زندگی وقف کردی۔احمدیت قبول کرتے ہی ان کی زندگی میں ہمہ گیر انقلاب واقع ہوا۔عبادات الٰہی اور دعاؤں میں بے انتہا شغف پیدا ہوگیا۔ان کے قادیان کے پہلے دورہ کا سب سے پہلا ثمرہ ترک شراب نوشی اور جوئے سے توبہ تھی۔

امریکہ میں ایک بہت بڑے موسیقار احمدی ہوئے جن کے متعلق ماہرین کا خیال تھا کہ یہ اس زمانہ کے عظیم الشان میوزیشن بنیں گے۔لیکن وہ احمدی ہوئے تو نہ میوزک کی پرواہ کی، نہ میوزک کے ذریعہ آنے والی دولت کی طرف لالچ کی نظر سے دیکھا۔سب کچھ یک قلم منقطع کردیا اور اب وہ درویشانہ زندگی گزارتے ہیں۔باقاعدگی کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتے ہیں۔آنحضرت ﷺ کا نام لیتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں۔

افریقہ کے PAGEN مذاہب کے پیروکاروں کے اندر بہت سی گندی رسمیں اور عادتیں عام پائی جاتی ہیں۔مگر احمدیت کے اندر داخل ہوتے ہی وہ ان بد رسموں پر تنسیخ کی لکیر پھیر دیتے ہیں اور اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرتے ہیں۔ایسی رپورٹیں بھی آئیں کہ شراب کے پرانے رسیا ایک دم شراب سے نفرت کرنے لگ گئے اور اس کا دوسروں پر بہت گہرا اثر ہوا اور جب وہ اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں تو مولوی کہتے ہیں کہ احمدیت نے ان پر جادو کردیا ہے اور اس وجہ سے انہوں نے شراب چھوڑ دی۔

اخبار سٹیٹسمین دہلی کے ایڈیٹر لکھتے ہیں:"قادیان کے مقدس شہر میں ایک ہندوستانی پیغمبر پیدا ہوا جس نے اپنے گرد وپیش کو نیکی اور بلند اخلاق سے بھر دیا۔یہ اچھی صفات اس کے لاکھوں ماننے والوں کی زندگی میں بھی منعکس ہیں"۔

☆ اپنی اولاد کی عزت کرو اور اچھے رنگ میں ان کی تربیت کرو۔ (حدیث نبویؐ)

☆ خدا تعالیٰ کی طرف سعی کرنے والا کبھی بھی ناکام نہیں رہتا۔ (حضرت مسیح موعود)

☆ بہت بولنے کی عادت کم کرو بہت بولنے سے دل مرجاتا ہے۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الاول)

دَوراولیٰ اور دَورآخریں کے دو عظیم الشان وجود (قسط اوّل)

(جلسہ سالانہ قادیان 2012ء کے موقع پر مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کی تقریر)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّداً يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ (الفتح:30) ۔ ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف بڑا جوش رکھتے ہیں۔ لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں۔ جب تو انہیں دیکھے گا۔ انہیں شرک سے پاک اور اللہ کا مطیع پائے گا۔ وہ اللہ کے فضل اور رضا کی جستجو میں رہتے ہیں۔ اُن کی شناخت اُن کے چہروں پر سجدوں کے نشان کے ذریعہ موجود ہے۔

مجدد الف آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہؓ کے قدوسی گروہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے کس درجہ شیفتگی اور وارفتگی اور جوش سے فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کے فیضِ صحبت اور تربیت سے اُن پر وہ اثر ہوا۔ اور ان کی حالت میں وہ تبدیلی پیدا ہوئی کہ خود آنحضرت ﷺ نے اس کی شہادت دی اور کہا اللہ اللہ فی اصحابی۔ گویا بشریت کا چولہ اُتار کر مظہر اللہ ہو گئے تھے اور ان کی حالت فرشتوں کی سی ہوگئی تھی جو یفعلون ما یؤمرون (التحریم: 7) کے مصداق ہیں۔ ٹھیک ایسی ہی حالت صحابہؓ کی ہوگئی تھی۔ ان کے دلی ارادے اور نفسانی جذبات بالکل دُور ہو گئے تھے۔ ان کا اپنا کچھ رہا ہی نہیں۔ نہ کوئی خواہش تھی نہ آرزو بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 595 جدید ایڈیشن)

پھر فرمایا: ''وہ تائید اسلام جو انہوں نے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر دکھلائی یہاں تک کہ پچاس برس کی مدّت ابھی نہیں گزری تھی کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہو گیا اور مختلف ممالک میں پھیل گیا اور انہوں نے اسلام کی تائید میں وہ کام حیرت انگیز دکھائے کہ جب تک انسان کا دل کسی اپنے ہادی کی راہ میں فدا شدہ نہ ہو ایسے کام ہرگز نہیں دکھلا سکتا۔ تاریخ پڑھنے سے ہر ایک کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے کیا کیا مصیبتیں اسلام کی راہ میں اٹھائیں اور کیسی استقامت دکھلائی اور باوجود بھوکے اور فاقہ کش ہونے کے کیسے دشمنوں سے مقابلے کئے یہاں تک کہ بُت پرستی کی تاریکی کو اپنے خونوں سے دُنیا کے کئی حصوں میں سے اٹھا دیا اور خدا کے دین کی خدمت میں چین کے ملک تک پہنچے اور کروڑہا انسانوں کو بت پرستی سے تائب کر کے توحید کے نور سے منور کیا اور ہر ایک میدان میں اور ہر ایک موقعہ میں آزمائش میں ایسا اپنا صدق دکھلایا کہ اسکے تصور سے رونا آتا ہے۔..... فی الواقع ایمانی مراتب میں انہوں نے وہ ترقی کی تھی کہ اُن کا نمونہ ملنا مشکل ہے۔''

(روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 236-237)

حضرت عبدالرحمان بن عوف آسمانِ فضائل کا مہرِ عالمتاب ہیں۔ آپ اس مقدس گروہ میں شامل ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آتا ہے: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ أُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلہ: 58) ۔ (ترجمہ: اللہ اُن سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔ وہ اللہ کا گروہ ہیں اور سن رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہوا کرتا ہے۔)

آپ ان دس جلیل القدر صحابہؓ میں سے ایک ہیں جن کو ساقی ءکوثر علیہ السلام نے خصوصیت سے نام لے کر جنتی ہونے کی بشارت دی۔ اور جو ''عشرہ مبشرہ'' کے مہتم بالشان لقب سے مشہور ہوئے۔

(ترمذی کتاب المناقب باب مناقب عبدالرحمان بن عوف، استیعاب جلد 1 ص 388)

آپ کی ولادت عام الفیل کے دس سال بعد ہوئی۔ گویا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال چھوٹے تھے۔ حضرت عبدالرحمان نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ کفر وشرک اور فسق وفجور کا گہوارہ تھا لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ نے فطرتِ صالحہ عطا کی تھی۔ آپ نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب کو منہ نہ لگایا تھا۔

(اصابہ جلد 4 صفحہ 175)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تیس برس کے تھے کہ آفتابِ اسلام فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا۔ آپ کی طبعی سلامت روی اور پاکیزہ نفسی نے انہیں فوراً اسلام کی طرف مائل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن ایک خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور گھر میں ہر طرح کی راحت میسر تھی لیکن انہوں نے تمام نتائج وعواقب سے بے پرواہ ہو کر اس وقت اسلام قبول کیا جب ایسا کرنا مصائب وآلام کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ صدیق کی تبلیغ سے اوائلِ بعثت ہی میں حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ اس وقت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم دارِ ارقم میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔ آپ ابتدائی آٹھ اسلام لانے والوں میں سے تھے۔

اگر آپ کی شخصیت اور سیرت کو چند الفاظ میں بیان کرنا مقصود ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ سیدنا حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ذاتِ گرامی گوناں گوں اوصاف ومحاسن اور فضل وکمال کی جامع تھی۔ اہل سیر نے آپ کے خوفِ خدا، حُبِ رسول، علم وفضل، اخلاق فی الدین، تحمل شدائد، شوقِ جہاد، انفاق فی سبیل اللہ، ایثار، صدق وصفا، وفائے عہد، رقتِ قلب، اصابتِ رائے، شغفِ عبادت، تقویٰ، انکسار، امانت، امر بالمعروف، عیادت مرضیٰ، ہمت اور شجاعت کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

شرفِ اسلام سے بہرہ ور ہونے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بھی دوسرے بلاکشانِ اسلام کی طرح کفارِ مکہ کے جور وستم کا ہدف بن گئے۔ سنہ 5 نبوی میں آنحضورؐ نے مظلوم صحابہؓ کو حبش کی طرف ہجرت کی تلقین فرمائی تو آپ بھی دس مردوں اور چار خواتین کے ہمراہ حبش چلے گئے۔ اس وقت ان کی دو بیویاں اور بچے موجود تھے لیکن آپ تنہا گئے اور اہل وعیال کو اللہ کے بھروسہ پر مکہ ہی میں چھوڑا۔

کچھ عرصہ بعد واپسی ہوئی۔ بعد میں ایک مرتبہ پھر مشرکین کے مظالم اہلِ حق پر شدید سے شدید تر ہوتے چلے گئے تو آپ نے سنہ ۶ نبوی میں دوبارہ حبش کی راہ لی اور کئی سال غریب الوطنی کی زندگی گزارتے رہے۔

جب آپ نے مدینہ ہجرت کی تو مشہور صحابی حضرت سعد بن ربیع انصاری کے ساتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی مؤاخات قائم فرمائی۔ اس موقع پر ایثار کا وہ مشہور واقعہ پیش آیا جس کی مثال تاریخ عالم میں چراغ لے کر ڈھونڈے نہیں ملتی۔

حضرت سعد بن ربیعؓ نے فرمایا کہ آنحضورؐ نے آپ کو میرا اسلامی بھائی بنایا ہے میرا نصف مال آپ کا ہے۔ میری دو بیویاں ہیں۔ آپ ان میں سے جس کو پسند فرمائیں۔ میں اُسے طلاق دے دوں۔ عدت کے بعد آپ اس سے نکاح کر لینا۔ آپ ضرور تمند بھی تھے اور مہاجر ہو کر تشریف لائے تھے۔ آپ کی بے نیاز اور غیور طبیعت نے اس پیشکش کو ہرگز پسند نہ کیا اور جو جواب دیا وہ رہتی دنیا تک سنہرے حروف سے یاد رکھا جائے گا۔ ایسے وقت میں جانتے ہو۔ انہوں نے کیا جواب دیا؟ چشمِ فلک نے محمد رسول اللہ کے صحابہؓ کے خلق کا عظیم نظارہ دیکھا۔ آپ نے کہا بھائی! اللہ آپ کو یہ سب مبارک فرمائے۔ کیا یہاں کوئی بازار ہے جہاں کاروبار ہوتا ہو۔ سعدؓ نے کہا۔ بازار قینقاع۔ کہا: صبح ہو تو مجھے بازار کا رستہ دکھا دیجئے۔ چنانچہ آپ اگلے دن بازار تشریف لے گئے اور معمولی پونچی سے تجارت شروع کر دی۔ پہلے ہی دن کچھ گھی اور پنیر نفع میں کما لائے۔ اور پھر تو خدا تعالیٰ کو اس عظیم انسان کی یہ ادا اتنی پسند آئی۔ تجارت میں اتنی برکت دی اتنی برکت دی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں۔

آپ خود بیان فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری تجارت میں ایسی برکت رکھی تھی کہ اگر میں زمین سے پتھر اٹھاتا تو مجھے اُمید ہوتی کہ اس کے نیچے سے سونا چاندی نکلے گی۔ (طبقات کبیر جلد 3 صفحہ 88،89) وہ رزاق خدا بعض کو بے حساب دیتا ہے۔ فرمایا۔ یرزق من یشآء بغیر حساب۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی، غزوات میں تو وہ حضور پر اپنی جان فدا کرنے کے لئے آپ کے ہم رکاب رہتے۔ اس کے علاوہ بھی جب موقع ملتا، بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر فیضانِ نبوی سے بہرہ یاب ہوتے۔ خود آپ کی روایت ہے کہ ہم پانچ یا چار آدمی آپؐ سے جدا نہ ہوتے تھے تاکہ کسی وقت آپ کو کوئی ضرورت پیش آئے تو اس کو پورا کر سکیں۔

غزوات النبیؐ کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ کامل استقامت کے ساتھ دادِ شجاعت دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور بدر، اُحد، احزاب سبھی میں شریک رہے۔ غزوۂ بدر میں ابو جہل کے واصلِ جہنم ہونے کا واقعہ آپ کئی مرتبہ پڑھ چکے ہیں، خود آپ نے بھی اپنا حق خوب ادا کیا۔

اُحد کے موقع پر جب دشمن کے اچانک حملہ سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو آپ اُس وقت بھی ثابت قدم رہے۔ اس روز آپ کو انیس زخم آئے تھے۔ سامنے کے دو دانت بھی شہید ہوئے اور پاؤں میں تو ایسا زخم آیا کہ آپ بعد میں بھی لنگڑا کر چلتے تھے۔ (طبقات کبیر جلد 3 صفحہ 90)

حضرت مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ہزار ہار حمتیں نبیؐ کریم کے اصحاب پر ہوں جنہوں نے اپنے خُونوں سے اس باغ کی آب پاشی کی۔'' (روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 25)

شعبان چھ ہجری میں آنحضورؐ نے آپ کی قیادت میں سات سو آدمیوں کو دومۃ الجندل کی طرف بھیجا۔ اس موقع پر آپ کی سعادت اور اعزاز ایک اور رنگ میں ظاہر ہوئے اور وہ یہ کہ سرورِ کائنات، مقصودِ کائنات نے خود اپنے دستِ مبارک سے کالی پگڑی آپ کے سر پر باندھی جس کا شملہ آپ کے کندھوں کے درمیان رکھا اور فرمایا عبدالرحمٰن عمامہ اس طرح باندھا کرو کیونکہ یہ عمدہ اور پسندیدہ طریقہ ہے۔ یہی وہ موقع ہے جب حضورؐ نے آپ کو مخاطب کر کے جنگی مہمات میں انسانی حقوق کے چارٹر کی بنیادی ہدایات عطا فرمائیں جو آج بھی تابندہ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کسی کو دھوکہ نہ دینا، فریب نہ کرنا، بچوں کو نہ مارنا، بدعہدی نہ کرنا۔

آپؓ نے ایک روز اپنے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اے ابن عوف! تم غنی لوگوں میں سے ہو اور تم رینگتے ہوئے جنت میں داخل ہو گے لہٰذا اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ تمہارے قدم کھول دیئے جائیں گے۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! راہِ خدا میں کیا خرچ کروں؟ فرمایا جو موجود ہے خرچ کر دو۔ عرض کیا یا رسول اللہ! کیا سارا؟ فرمایا ہاں۔ حضرت عبدالرحمٰن یہ ارادہ کر کے باہر نکلے کہ سارا مال خدا کی راہ میں دے دوں گا۔ تھوڑی دیر بعد حضورؐ نے انہیں بلوا بھیجا۔ دیکھئے خدا تعالیٰ نے ان کے جذبہ کو کیسے قبول فرمایا؟ حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ ابھی جبرئیل نے کہا ہے کہ عبدالرحمٰن کو کہو، مہمان نوازی کرے۔ مسکین کو کھانا کھلائے۔ سوالی کو دے اور دوسروں کی نسبت رشتہ داروں پر پہلے خرچ کرے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس کا مال پاک ہو جائے گا۔ (طبقات کبیر جلد 3 صفحہ 93)

جب سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ نصیحت بھرے کلمات سُنے تھے آپ اپنے رب کو قرضِ حسنہ دیتے رہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس کو کئی گنا بڑھاتا رہا۔ تجارت اور اموالِ تجارت کا حساب کتاب تو رسیدوں اور منافع سے شمار کیا اور گنا جاتا ہے۔ لیکن آپ کی دولت و ثروت ان تخمینوں اور اعداد و شمار سے گنی جاتی تھی جو اللہ رب العالمین کی راہ میں خرچ ہوتا تھا۔

ایک بار مدینہ میں قحط تھا۔ مدینہ پُرسکون خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا کہ اچانک اس کی گھاٹیوں کے پیچھے سے گہری گھٹا اُٹھنا شروع ہوئی۔ اِدھر ہوا نے صحرا کی نرم و ملائم ریت کے اُٹھنے والی گرد کی موجودگی کو تھپیڑے لگائے۔ اور یہ مدینہ کے دروازوں تک پہنچ گئی۔ جلد ہی اس گرد کے پیچھے ایک بہت بڑا شور سنائی دیا۔ کچھ وقت گزرا تو سامان سے لدی ہوئی سواریاں مدینہ پہنچ گئیں۔

حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ شور کیسا ہے؟ عرض کیا گیا عبدالرحمٰن بن عوف کا سات سو اونٹوں کا قافلہ آیا ہے جس پر گندم، آٹا اور کھانے کی اشیاء لدی ہوئی ہیں۔ امّ المؤمنین نے فرمایا کہ حضور ﷺ سے مَیں نے سُنا ہے کہ عبدالرحمٰن جنت میں

گھٹنوں کے بل داخل ہوگا۔ یہ بات جب آپؓ تک پہنچی تو حاضر ہوکر کہا:
''اے امّ المومنین! میں آپ کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ یہ سارا غلہ، یہ سب باردانہ حتی کہ اونٹوں کے پالان تک میں نے راہِ خدا میں دے دیئے''۔ (اسد الغابہ جلد3)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا انفاق فی سبیل اللہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ آپ مال و دولت کے اعتبار سے ہی غنی نہ تھے بلکہ دل کے غنی تھے اور اپنی دولت بے دریغ راہِ خدا میں لٹاتے رہتے تھے۔ سورۃ توبہ نازل ہوئی۔ اس میں صدقہ و خیرات کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ اس وقت آپؓ نے اپنا نصف مال پیش کر دیا۔ دو دفعہ چالیس چالیس ہزار دینار پیش کئے۔ جہاد کے لئے ضرورت پیش آئی تو پندرہ سو اونٹ اور پانچ سو گھوڑے نذر کئے۔ (اسد الغابہ جلد3 ص317-316)

غزوہ تبوک میں بھاری مقدار میں چاندی پیش کی۔

صدقہ و خیرات کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک دن میں تیس غلام آزاد کئے۔ (اسد الغابہ جلد3 صفحہ 313) ایک روایت کے مطابق اندازاً تیس ہزار غلام آزاد کئے۔

آپ کی خوش قسمتی اور سعادت کی فہرست بہت طویل ہے۔ آیئے آپ کے ایک اور منفرد اعزاز کا ذکر کردوں۔ اس فضیلت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سوا آپ کا کوئی شریک نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے۔ آپ کسی کام کے سلسلہ میں تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت ہوا تو لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی اقتداء میں نماز شروع کر دی۔ حضور تشریف لائے تو آپ کو ایک رکعت ملی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو حضور نے فرمایا۔ تم نے اچھا کیا۔ تم نے ٹھیک کیا (مسند احمد جلد1 صفحہ 192)۔ اور فرمایا: ''ہر نبی اپنی زندگی میں امت کے کسی نیک آدمی کے پیچھے نماز ضرور پڑھتا ہے۔'' (طبقات کبیر جلد3 صفحہ 91)

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ مبارک میں آپ کا کیا مقام تھا۔ اس کا اندازہ اس فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لگایئے۔ فرمایا عبدالرحمٰن بن عوف مسلمانوں کے سرداروں میں سے سردار ہیں۔ وہ آسمان میں بھی امین ہیں اور زمین میں بھی! (طبقات کبیر جلد3 صفحہ 95)

اس ضمن میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ فتح مکہ کے بعد ایک موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے کسی بات پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو سختی سے جواب دیا۔ یہ بات حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: ''میرے اصحاب کو چھوڑ دو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو اُن کے معمولی خرچ کو بھی نہیں پہنچ سکتا''۔ (اسد الغابہ جلد3 صفحہ 317)

اور اس میں کیا شک ہے: السابقون السابقون۔ اولئك المقربون۔ (الواقعہ:12-11)

ایمان میں سبقت لے جانے والے مقربانِ بارگاہِ الٰہ ہیں۔ اور ابتدائی ایام کی قربانی کو ایک خاص شرف اور فضیلت حاصل ہے۔

حضرت مہدی معہود علیہ السلام اپنے عربی کلام میں فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّحَابَةَ كُلَّهُم كَذُكَاءِ
قَدْ نَوَّرُوا وَجْهَ الْوَرَىٰ بِضِيَاءِ
قَوْمٌ كِرَامٌ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَهُمْ
كَانُوْا لِخَيْرِ الرُّسُلِ كَالْأَعْضَاءِ

ترجمہ: بلاشبہ تمام صحابہ سورج کی مانند ہیں۔ انہوں نے اپنی روشنی سے مخلوق کا چہرہ منور کیا۔ وہ سب معزز اور بزرگ لوگ ہیں ہم ان کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ وہ خیر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بمنزلہ اعضاء کے تھے۔

آپ نہایت رقیق القلب تھے۔ کبھی پُر تکلف کھانا سامنے آتا تو چشم پُر آب ہوکر فرماتے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل وعیال کو تمام عمر پیٹ بھر جَو کی روٹی بھی نہ ملی''۔

ایک روز افطاری کے وقت کھانا لایا گیا۔ انواع و اقسام کے کھانے جب دستر خوان کی زینت بنے تو آپ نے ایک لقمہ اُٹھایا۔ لقمہ منہ میں ڈالا تو رقت طاری ہوگئی اور یہ کہہ کر کھانے سے ہاتھ اُٹھالئے کہ مصعب بن عمیر اُحد میں شہید ہوئے، وہ ہم سے بہتر تھے، اُن کی چادر کا ہی کفن پہنایا گیا۔ اگر پاؤں ڈھانکتے تھے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ سر ڈھانکتے تھے تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ حمزہ شہید ہوئے۔ وہ بھی مجھ سے بہتر تھے لیکن مالی فراخی اور دنیاوی آسائش ہمیں عطا کی گئی۔ مجھے ڈر ہے کہ ہمارے نیک اعمال کا بدلہ آخرت کی بجائے دنیا میں ہی نہ دے دیا گیا ہو۔ پھر رونا شروع کر دیا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ (اسد الغابہ جلد3 صفحہ 316)

حضرت نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ہاتھ پر اوّلین بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔ آپ نہایت زیرک، دور اندیش تھے۔ آپ کی معاملہ فہمی اور اصابتِ رائے سب کے نزدیک مسلّم ہے اور یہی وجہ تھی کہ خلفاء وقت نے آپ کو اپنا مشیر بنایا تھا۔ آپ پر حضرت ابوبکرؓ کو بے حد اعتماد تھا۔ اپنی آخری بیماری میں آپ ہی کو بُلا کر اپنے جانشین کے بارہ میں مشورہ کیا۔
(تاریخ طبری مترجم حصہ دوم ص273۔ ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے ان کے مشیر اور معاون ہونے کا حق ادا کیا۔ کئی معاملات میں آخری فیصلہ آپ ہی کی رائے کے مطابق ہوا۔ ان میں خاص طور پر عراق پر فوج کشی کا فیصلہ ہے۔ جس میں عام رائے کے مطابق حضرت عمرؓ نے خود جانے کا فیصلہ کیا لیکن حضرت عبدالرحمٰن نے جب یہ سُنا تو نہایت احترام کے ساتھ عرض کیا کہ آج سے پہلے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی پر اپنے ماں باپ کو قربان نہیں کیا ہے اور نہ اس کے بعد کبھی ایسا کروں گا۔ مگر آج میں کہتا ہوں کہ اے وہ خلیفہ جس پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اس معاملے کا آخری تصفیہ آپ مجھ پر چھوڑیں۔ اے امیر المومنین! آپ یہیں ٹھہریئے اور ایک لشکر جرار کو روانہ فرمادیں۔ شروع سے لے کر اب تک آپ دیکھ چکے ہیں کہ آپ کے لشکروں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا کیا فیصلہ رہا ہے۔ اگر آپ کی فوج نے شکست کھائی تو وہ آپ کی شکست کے مانند نہ ہوگی۔ اگر آغاز کار میں آپ شہید ہوگئے یا شکست کھا گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمان پھر کبھی نہ تکبیر پڑھ سکیں گے اور نہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت دے سکیں گے۔

آپ کی رائے ایسی پختہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے اپنا فیصلہ بدل دیا اور پھر آپ کے ہی مشورہ سے اس اہتم بالشان مہم کی قیادت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے سپرد

فرمائی۔(تاریخ طبری مترجم حصہ دوم ص346 ناشر نفیس اکیڈمی کراچی)

جب حضرت عمرؓ ابولولوٗ کے خنجر سے زخمی ہوئے تو آپ کو ہی اپنی جگہ نماز کی امامت کے لئے کھڑا کیا۔اور پھر حضرت عمرؓ نے جن چھ افراد پر مشتمل کمیٹی انتخاب خلافت کے لئے مقرر فرمائی، آپ اس کے فیصلہ کُن ممبر تھے۔آپ کے عظیم الشان کردار اور ایثار اور غیر معمولی فراست اور دوراندیشی نے وقت کے اندر یہ مسئلہ حل کر دیا۔آپ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں میں ہاتھ دیا۔یہ آپ کی زندگی کا نہایت اہم واقعہ ہے کہ امتِ مسلمہ پھر ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو کر شاہراہِ ترقی پر گامزن ہوگئی۔

(تاریخ الکامل جلد3 صفحہ 71-70)

حضرت عثمانؓ جب نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے حج کو تشریف نہ لے جاسکے تو آپ کو امیر الحجاج مقرر فرمایا۔

آپ کے علم وفضل کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ ان بزرگوں میں سے تھے جو عہدِ رسالت میں فتویٰ دیتے تھے۔(فتح الباری کتاب الصلح)

حضرت عبدالرحمٰن کی روایت کردہ احادیث میں سے 'مجوسیوں سے جزیہ روا ہے۔'شرابی کی سزا اسّی دُرّے' 'طاعون زدہ جگہ سے نہ بھاگنا چاہئے اور نہ وہاں جانا چاہئے' سے متعلق حدیثیں فقہ میں ایک ممتاز درجہ رکھتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنی عفت اور پاک دامنی کے باعث آپ کو ازواجِ مطہرات کی حفاظت وخدمت کی توفیق ملی۔حضورﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میری ازواج کا خیال رکھنے والا ''الصادق البار'' یعنی نیک اور سچا باوفا ہوگا۔اور یہ آپ کی سیرت کا ایک اہم پہلو ہے۔

(ترمذی ابواب المناقب باب مناقب عبدالرحمٰن بن عوف)

وفات سے کچھ وقت پہلے آپ پر غنودگی طاری ہوئی۔ہوش میں آئے تو فرمایا دو فرشتے میرے پاس آئے۔اُن میں مجھے کچھ سختی معلوم ہوئی۔پھر دو اور آئے اُن میں مجھے نرمی معلوم ہوتی تھی۔انہوں نے ان سے کہا اسے کہاں لئے جاتے ہو۔پہلے فرشتوں نے کہا العزیز الامین کے پاس۔انہوں نے کہا اسے چھوڑ دو۔یہ تو اُن میں سے ہیں جن کی ولادت سے بھی پہلے اُن کے لئے سعادت مقدر کی گئی تھی۔

(طبقات کبیر جلد3 صفحہ 95)

اور پھر جلد ہی آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکینت واطمینان کا باریک غلاف آراستہ ہوگیا اور آپ کے کان کچھ سُننے کے لئے یوں قریب ہوئے گویا وہاں کوئی شیریں آواز ہے۔شاید اس وقت آپؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو سُن رہے تھے کہ عبدالرحمٰن جنتی ہیں۔اور شاید آپؓ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ سن رہے ہوں۔ الذین ینفقون اموالھم لھم اجرھم عندربھم ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون۔ جولوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کا اجر اُن کے خدا کے پاس ہے اور ان کے لئے کسی رنج اور خوف کا موقع نہیں۔

اسلام کا یہ بطلِ جلیل پچھتر سال کی عمر میں اپنے ربّ کے حضور حاضر ہوا تو آپ کی چارپائی کے پاس کھڑے ہو کر سعد بن مالک نے اس طرح خراجِ تحسین ادا کیا۔ہائے افسوس پہاڑ جیسی شخصیت اُٹھ گئی۔حضرت علیؓ نے فرمایا ابن عوف اس جہان سے رخصت ہوگئے۔انہوں نے دنیا کے چشمہ سے صاف پانی پیا اور گدلا چھوڑ دیا یا یوں کہہ لیجئے کہ ابن عوف نے اچھا زمانہ پایا اور بُرے وقت سے پہلے چلے گئے (طبقات کبیر جلد3 صفحہ 96)۔سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

آپ نے اپنی وفات پر عظیم ترکہ چھوڑا۔ورثہ میں اتنا سونا چھوڑا کہ اس کو تقسیم کرنے کے لئے کاٹنے والوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔(طبقات کبیر جلد3 صفحہ 97)۔اس میں زندہ بدری صحابہ میں سے ہر ایک کو چار ہزار دینار دینے کی وصیت کی۔حتی کہ حضرت عثمانؓ نے اپنی دولت وثروت کے باوجود اپنا حصہ یہ کہتے ہوئے وصول کیا:''عبدالرحمٰن کا مال حلال اور صاف ہے اور اس کا ایک لقمہ بھی باعث برکت وعافیت ہے۔''

خدا کے فضلوں کو حاصل کرنے میں یقیناً آپ کی عبادتوں کا کمال ہے۔آپ نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے۔نوافل سے خاص شغف تھا۔نماز ظہر سے قبل لمبے نوافل ادا کرتے اور اذان کی آواز سُن کر مسجد روانہ ہوتے۔

(اصابہ جلد4 صفحہ 177)

اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ آپ کی سیرت کا نقشہ قرآن کریم کی اس آیت کا مصداق تھا: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (النور:39-38)

ترجمہ: کچھ مرد جن کو اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تجارت اور نہ سودا بیچنا غافل کرتا ہے۔وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل الٹ جائیں گے اور آنکھیں پلٹ جائیں گی۔نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ اُن کو اُن کے اعمال کی بہتر سے بہتر جزا دے گا اور ان کو اپنے فضل سے مال واولاد میں بڑھا دے گا اور اللہ جس کو چاہتا ہے۔بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے:-

''جزیرہ عرب کے لوگ اوّل کیا تھے اور پھر اس رسول کی پیروی کے بعد کیا ہوگئے اور کیسی ان کی وحشیانہ حالت اعلیٰ درجہ کی انسانیت تک پہنچ گئی اور کس صدق وصفا سے انہوں نے اپنے ایمان کو اپنے خونوں کے بہانے سے اور اپنی جانوں کے فدا کرنے اور اپنے عزیزوں کو چھوڑنے اور اپنے مالوں اور عزتوں اور آراموں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں لگانے سے ثابت کر دکھلایا تو بلاشبہ ان کی ثابت قدمی اور ان کا صدق اپنے پیارے رسول کی راہ میں ان کی جانفشانی ایک اعلیٰ درجہ کی کرامت کے رنگ میں اس کو نظر آئے گی۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ 206-205)

(باقی آئندہ شمارہ میں)

آوارگی کو دور کرنے سے علم بڑھتا ہے۔

(سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

پسند آتی ہے اس کو خاکساری

(محمود احمد انیس۔ مربی سلسلہ چینی ڈیسک یوکے)

ہمارا پیارا دین عاجزی اور انکساری کا درس دیتا ہے اور ہر قسم کے تکبر اور تفاخر سے باز رہنے کی تعلیم ہمیں سکھاتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ (النساء:37)

ترجمہ: یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کے سودے نہ بگاڑو۔ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور بے رُخی نہ کرو۔ تم میں سے کوئی دوسرے پر سودا نہ کرے۔ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس پر نہ ظلم کرتا ہے، نہ تحقیر کرتا ہے، نہ رسوا کرتا ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے سینے کی طرف تین دفعہ اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہے۔ ایک انسان کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ ہر مسلمان کی تین چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں: اس کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو۔

(مسلم کتاب البر والصلہ. باب تحریم ظلم المسلم و خذلہ)

حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس بنیادی اخلاقی تعلیم کی بڑی اہمیت بیان فرمائی ہے اور اسے دس شرائط بیعت میں شامل فرمایا۔ چنانچہ ساتویں شرطِ بیعت میں بیعت کنندہ سے اقرار لیا کہ:

''یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا''۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ''یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے۔ کہ ہم نے بیعت کرتے ہوئے شرط تسلیم کر لی کہ تکبر نہیں کریں گے، نخوت نہیں کریں گے، اس کو بکلی چھوڑ دیں گے۔ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ اس کی مختلف قسمیں ہیں، مختلف ذریعوں سے انسانی زندگی پر شیطان حملہ کرتا رہتا ہے۔ بہت خوف کا مقام ہے اصل میں تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہی ہو تو اس سے بچا جا سکتا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے بھی اس ساتویں شرط میں ایک راستہ دکھایا۔ فرمایا جب تم تکبر کی عادت کو چھوڑو گے تو جو خلا پیدا ہوگا اس کو اگر عاجزی اور فروتنی سے پُر نہ کیا تو تکبر پھر حملہ کرے گا۔ اس لئے عاجزی کو اپناؤ کیونکہ یہی راہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔'' (شرائط بیعت اور احمدی کی ذمہ داریاں۔ صفحہ 122)

اسی طرح جلسہ سالانہ ہالینڈ 2012 کے موقعہ پر مستورات سے خطاب کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ''ایمان میں کامل ہونے کے لئے عاجزی ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا کہ ''تیری عاجزانہ راہیں اُسے پسند آئیں''۔ (تذکرہ صفحہ 595 ایڈیشن چہارم 2004۔ مطبوعہ ربوہ)۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے تو عاجزی کی راہ اختیار کرنی ہوگی''۔ (روزنامہ الفضل 21 مارچ 2013 صفحہ 5)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے بے شمار واقعات اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہیں۔ چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

❁..... 1868 یا 1869 کا واقعہ ہے کہ پنجاب میں اہلحدیث فرقہ کی شدید مخالفت تھی۔ جس مسجد کے ملاں کو پتہ لگتا تھا کہ اس میں کسی اہلحدیث (بقول ان کے کسی وہابی) نے نماز پڑھی ہے بعض اوقات اس کا فرش تک اُکھڑوا دیتا تھا۔ ان ایام میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی سے نئے نئے تحصیل علم کر کے واپس بٹالہ آئے تھے۔ عوام مسلمانوں میں ان کے خلاف شدید جذبات پائے جاتے تھے۔ حضرت اقدس جو کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ تشریف لے گئے تو ایک شخص اصرار کے ساتھ آپ کو تبادلہ خیالات کے لئے مولوی محمد حسین صاحب کے مکان پر لے گیا۔ وہاں ان کے والد صاحب بھی موجود تھے اور سامعین کا ایک ہجوم مباحثہ سننے کے لئے بیتاب تھا۔ آپ مولوی صاحب موصوف کے سامنے بیٹھ گئے اور مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا دعویٰ کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ قرآن مجید سب سے مقدم ہے۔ اس کے بعد اقوالِ رسول کا درجہ ہے اور میرے نزدیک کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہؐ کے مقابل کسی انسان کی بات قابلِ حجت نہیں ہے۔ حضورؑ نے یہ سن کر بے ساختہ فرمایا کہ آپ کا یہ اعتقاد معقول اور ناقابلِ اعتراض ہے لہذا میں آپ کے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ حضور کا یہ فرمانا تھا کہ لوگوں نے دیوانہ وار یہ شور مچا دیا کہ ہار گئے ہار گئے۔ جو شخص آپ کو ساتھ لے گیا تھا وہ بھی سخت طیش سے بھر گیا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہمیں ذلیل و رسوا کیا۔ مگر آپ تھے کہ کوہِ وقار بنے ہوئے تھے اور آپ کو لوگوں کے شور وشر کی مطلقاً پروانہ تھی۔ آپ نے چونکہ یہ ترکِ بحث خالصۃً للہ اختیار کیا تھا۔ اس لئے رات کو اللہ تعالیٰ نے اس پر خاص اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے الہاماً فرمایا کہ: ''خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا اور وہ تجھے بہت برکت دے گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''۔ (حیات طیبہ صفحہ 31-30)

رضائے باری تعالیٰ کی یہی راہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پیاری جماعت کو بھی بتائی۔ فرمایا: ''در دجس سے خدا راضی ہو اُس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو'' (رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 307)

❁..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی روایت ہے کہ ''والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں بلکہ فقیر کے طور پر گزاری۔'' (حیات طیبہ صفحہ 15)

❁..... حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت غریب نواز اور انسانی ہمدردی کے نیک جذبہ سے سرشار تھے۔ ایک واقعہ

حضور اقدس علیہ السلام کا اپنا بیان فرمودہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میں سیر کو جا رہا تھا۔ ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھے۔ وہ ذرا آگے تھا اور میں پیچھے۔ راستے میں ایک بڑھیا کوئی 70 یا 75 برس کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اُسے پڑھنے کو کہا۔ مگر اس نے اس کو جھڑکیاں دے کر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر پٹواری کو بہت شرمندہ ہونا پڑا۔ کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔ (ملفوظات جلد اول صفحہ 305)

❁...... حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

بعض دوا پوچھنے والی گنوار عورتیں زور سے دستک دیتی ہیں اور اپنی سادی اور گنواری زبان میں کہتی ہیں "میرزا جی جراہُو اکھولوں تاں۔" (یعنی مرزا صاحب ذرا دروازہ تو کھولو)۔ حضرت اسی طرح اٹھتے ہیں جیسے مطاع ذی شان کا حکم آیا ہے اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوائیں بتاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اور بھی وقت ضائع کرنے والے ہیں۔ ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی ہے اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا ہے اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے۔ آپ وقار اور تحمل سے بیٹھے سن رہے ہیں۔ زبان اور اشارہ سے اس کو کہتے ہیں کہ بس اب جاؤ دوا پوچھ لی۔ اب کیا کام ہے ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ وہ خود ہی گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔ ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں۔ اتنے میں اندر سے بھی چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں لئے آنکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کے لئے بڑا اہم مضمون لکھنا تھا۔ میں بھی اتفاقاً جا نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں حضرت کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی ڈیوٹی پر چُست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ، اور کسی کو عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹہ تک یہی بازار لگا رہا۔ اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا۔ حضرت یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ! اللہ! کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ: یہ بھی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھتا ہوں جو وقت پر کام آتی ہیں۔ اور فرمایا یہ ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور لاپرواہ نہیں ہونا چاہئے۔ (سیرت مسیح موعود صفحہ 286 تا 287۔ از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

❁...... ایک واقعہ حضرت میاں نظام الدین صاحب کے ساتھ پیش آیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ السلام کس قدر منکسر المزاج اور دوسروں کے جذبات کے احترام کا خیال رکھنے والے تھے۔ اس واقعہ میں انہوں نے حضورؑ کے اعلیٰ اخلاق کا شاندار نمونہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور اس کا ایمانی حظ اٹھایا۔ یہ واقعہ تاریخ احمدیت میں یوں بیان ہوا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک کی اوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کے انتظار میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام الدین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے بھی پھٹے پرانے تھے حضور سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں چند معزز مہمان آکر حضور کے قریب بیٹھتے گئے۔ اور ان کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام الدین صاحب کو پرے ہٹنا پڑا۔ حتی کہ وہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ پر پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضور نے جو یہ نظارہ دیکھ رہے تھے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھا لیں اور میاں نظام الدین صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا: "آؤ میاں نظام الدین ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھائیں"۔ یہ فرما کر مسجد کے ساتھ والی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے۔ اور حضور نے اور میاں نظام الدین نے کوٹھڑی کے اندر بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔ اس وقت میاں نظام الدین پھولے نہیں سماتے تھے۔ اور جو لوگ میاں نظام الدین کو عملاً پرے دھکیل کر خود حضرت مسیح موعود کے قریب بیٹھ گئے تھے وہ شرم سے کٹے جاتے تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 604)

❁...... حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ بیان فرماتے ہیں:

آپ کے مزاج میں وہ تواضع اور انکسار اور ہضم نفس ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ زمین پر آپ بیٹھے ہوں آپ کا قلب مبارک ان باتوں کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ چار برس کا عرصہ گزرتا ہے کہ آپ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ میں دوپہر کے وقت وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی اس پر لیٹ گیا۔ حضرت ٹہل رہے تھے۔ میں ایک دفعہ جاگا تو آپ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ آپ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اٹھے ہیں؟ میں نے عرض کیا آپ نیچے لیٹے ہوئے ہیں۔ میں اوپر کیسے سو رہوں۔ مسکرا کر فرمایا میں تو آپ کا پہرا دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔ (سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صفحہ 41۔ از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ)

❁...... قادیان کے کنہیا لعل صراف کا یہ بیان ہے کہ ایک دفعہ خود حضرت مرزا صاحب کو بٹالہ جانا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ یکہ کرا دیا جائے۔ حضور جب نہر پر پہنچے تو آپ کو یاد آیا کہ کوئی چیز گھر میں رہ گئی ہے۔ یکے والے کو وہاں چھوڑا اور خود پیدل واپس تشریف لائے۔ یکے والے کو پُل پر اور سواریاں مل گئیں اور وہ بٹالہ روانہ ہو گیا اور مرزا صاحب غالباً پیدل ہی بٹالہ گئے تو میں نے یکہ والے کو بلا کر پیٹا اور کہا کہ کم بخت! اگر مرزا نظام دین ہوتے تو خواہ تجھے تین دن وہاں بیٹھنا پڑتا تو بیٹھتا لیکن چونکہ یہ نیک اور درویش طبع آدمی ہے اس لئے تو ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔ جب مرزا صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا "وہ میری خاطر کیسے بیٹھا رہتا اُسے مزدوری مل گئی اور چلا گیا۔ (حیات طیبہ صفحہ 16)

❁...... آپ کے خادم مرزا اسماعیل بیگ مرحوم کی شہادت ہے کہ جب حضرت اقدس اپنے والد بزرگوار کے ارشاد کے ماتحت بعثت سے قبل مقدمات کی پیروی کے لئے جایا کرتے تھے تو سواری کے لئے گھوڑا بھی ساتھ ہوتا تھا اور میں عموماً ہمرکاب ہوتا تھا۔ لیکن جب آپ چلنے لگے تو آپ پیدل ہی چلتے اور مجھے گھوڑے پر سوار کرا دیتے۔ میں بار بار انکار کرتا اور عرض کرتا حضور مجھے شرم آتی ہے آپ فرماتے کہ: "ہم کو پیدل چلتے شرم نہیں آتی۔ تم کو سوار ہوتے کیوں شرم آتی ہے"۔

آپؓ مزید بیان کرتے ہیں کہ "جب حضرت قادیان سے چلتے تو ہمیشہ پہلے مجھے سوار کرتے۔ جب نصف سے کم یا زیادہ راستہ طے ہو جاتا تو میں اتر پڑتا اور

آپ سوار ہو جاتے اور اسی طرح جب عدالت سے واپس ہونے لگتے تو پہلے مجھے سوار کراتے اور بعد میں آپ سوار ہوتے۔ جب آپ سوار ہوتے تو گھوڑا جس چال سے چلتا اُسی چال سے چلنے دیتے۔'' (حیات طیبہ صفحہ 16)

۞......ایک دفعہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبر سے زیادہ کوئی بت پرست اور خبیث نہیں۔ متکبر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے۔'' (سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صفحہ 43۔ از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ)

۞......حضرت مرزا دین محمد صاحب کا بیان ہے کہ میں اولاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واقف نہ تھا یعنی ان کی خدمت میں مجھے جانے کی عادت نہ تھی۔ خود حضرت صاحب گوشہ نشینی اور گمنامی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ لیکن چونکہ وہ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور شریعت کے دلدادہ تھے۔ یہی شوق مجھے بھی ان کی طرف لے گیا اور میں ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ جب مقدمات کی پیروی کیلئے جاتے تو مجھے گھوڑے پر اپنے پیچھے سوار کر لیتے تھے اور بٹالہ جا کر اپنی حویلی میں باندھ دیتے۔ اس حویلی میں ایک بالا خانہ تھا۔ آپ اس میں قیام فرماتے۔ اس مکان کی دیکھ بھال کا کام ایک جولاہے کے سپرد تھا جو ایک غریب آدمی تھا۔ آپ وہاں پہنچ کر دو پیسے کی روٹی منگواتے۔ یہ اپنے لئے ہوتی تھی اور اس میں سے ایک روٹی کی چوتھائی کے ریزے پانی کے ساتھ کھا لیتے۔ باقی روٹی اور دال وغیرہ جو ساتھ ہوتی وہ اُس جولاہے کو دیدیتے۔ اور مجھے کھانا کھانے کیلئے چار آنہ دیتے تھے۔ آپ بہت ہی کم کھایا کرتے تھے اور کسی قسم کے چسکے کی عادت نہ تھی۔ (حیات طیبہ صفحہ 16)

۞......مندرجہ بالا واقعات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عاجزی اور انکساری کے مبارک اسوہ کی چند جھلکیاں ہیں۔ آپ نے اپنے منثور اور منظوم کلام میں جا بجا اس مضمون کی بہت اہمیت بیان فرمائی ہے اور اپنے متبعین کو اس خلق کو اپنانے اور ہر قسم کے تکبر اور خود پسندی سے باز رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ سو تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خودنمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو......اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو۔'' (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 11 تا 12)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ''مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اٹھا لیتے۔ اور رسول کریمؐ کے پاک جوئے کے نیچے صدقِ دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کُرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔ اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں۔ اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اسی جہان میں باہر نہیں۔ وہ اس جہان میں کبھی باہر نہیں ہوگا۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے الفاظ عطا فرما۔ اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنا نور ڈالیں۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 445)

۞......حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ نے بھی جو آپ کی تعلیم اور نقشِ قدم پر چلنا موجبِ سعادت سمجھتے تھے عجز وانکسار کے خلق کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فدائیت وعشق اور اطاعت شعاری کا غیر معمولی جذبہ موجزن تھا۔ حضرت اقدسؑ کی تعلیم پر چلتے ہوئے آپ کے اندر بھی عجز وانکسار اور درویشی کا رنگ بہت نمایاں تھا۔ مکرم میاں محمد عبداللہ صاحب حجام کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ قادیان میں حضرت میاں شریف احمد صاحب کی کوٹھی حجامت بنانے کی غرض سے گئے تو دورانِ انتظار صوبہ سرحد کے ایک معزز دوست غلام محمد خان صاحب بھی ملاقات کی غرض سے تشریف لے آئے لیکن کرسی کے اوپر بیٹھنے کی بجائے بڑے عاجزانہ رنگ میں زمین پر بیٹھ رہے۔ جب حضرت میاں شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے تو تیزی سے بڑھ کر ان کو اٹھایا کہ اوپر تشریف رکھیں لیکن وہ زمین پر بیٹھنے پر مصر رہے۔ بالآخر حضرت میاں صاحبؓ کے اصرار کے بعد گزارش کی کہ دراصل میرے دل پر ایک واقعہ کا بڑا اثر ہے۔ اس لئے میں اپنے لئے خاکساری کو ہی پسند کرتا ہوں۔ اور وہ واقعہ یہ سنایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں جب کبھی ہم قادیان آتے تو ہمیشہ ایک بوڑھے آدمی کو بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ جوتیوں میں بیٹھے ہوئے دیکھتے۔ جب حضور کا وصال ہوا تو ہم بھی جلد از جلد قادیان پہنچے تا کہ اپنے محبوب کا آخری دیدار کر سکیں۔ قادیان پہنچتے ہی ہمیں خبر ملی کہ بہشتی مقبرہ کے ملحقہ باغ میں جماعت کے نئے امام خلیفۃ المسیح بیعت لے رہے ہیں۔ چنانچہ ہم بھی دوڑتے ہوئے وہاں حاضر ہوئے لیکن ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب دیکھا کہ وہی جوتیوں میں بیٹھنے والا بوڑھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے خلیفہ کی حیثیت سے بیعت لے رہا تھا۔ میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ بتاتے ہوئے ان پر سخت رقت طاری ہوگئی اور روتے روتے کہا کہ اس وقت ہم نے سوچا کہ اللہ کیا شان ہے کہ مسیح موعودؑ کی جوتیوں میں بیٹھنے والا آج مسندِ خلافت پر رونق افروز ہے۔ (سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 349 تا 350)

❁...... حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ ہی کے بارہ میں یہ واقعہ بھی بڑا ایمان افروز ہے جو مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے جامعہ احمدیہ قادیان کی ایک تقریب میں اپنے خطاب کے دوران بیان فرمایا۔(یہ الفاظ MTA پر نشر ہونے والی ریکارڈنگ سے ٹرانسکرائب کئے گئے ہیں)۔آپ فرماتے ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح اول ایک دفعہ مسجد سے نماز پڑھ کر اپنے گھر کو جا رہے تھے تو رستے میں دارالمسیح آتا ہے۔ وہاں سے، اندر سے کسی خادمہ نے آواز دی کہ کوئی آدمی ہے؟ حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے کانوں میں یہ آواز پہنچ گئی۔آپ گئے، پوچھا کیوں بی بی! کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگی وہ سامنے (جہاں گیرج ہے چھوٹا، وہاں پر اونچی زمین، ایک تھڑا ہوا کرتا تھا پہلے، وہاں پر پنجابی میں جو پاتھیاں کہتے ہیں) پاتھیوں کی گٹھڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور وہ باہر سے اندر رکھنی تھیں۔تو حضرت خلیفۃ المسیح اول نے اپنی پگڑی اتاری اور اس گٹھڑی کو اٹھایا اور دارالمسیح کی طرف چلنے لگے۔اتنی دیر میں آپ کے درس میں شامل ہونے والے پیچھے سے اور افراد آ گئے۔انہوں نے اس کیفیت کو دیکھا۔آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن آپ نے خود وہ گٹھڑی حضور علیہ السلام کے گھر پہنچائی۔کسی نے پوچھا کہ یہ خدمت ہمارے سپرد ہوتی، آپ اتنے بزرگ ہیں۔آپ کو یہ تکلیف نہیں اٹھانی چاہئے تھی۔تو آپ نے یہی جواب دیا کہ حضور کے گھر سے آواز آئی تھی کوئی آدمی ہے؟ تو میں بھی تو آدمی ہوں اور اس آدمی کے ناطے میں خدمت کے لئے آگے بڑھا اور یہ خدمت بجالائی۔(3 اکتوبر 2005 کی نشریات)

❁...... حضرت مولوی شیر علی صاحب ؓ کے عجز و انکسار کے بارہ میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ؓ بیان فرماتے ہیں: حضرت مولوی شیر علی صاحب کو حضرت مسیح موعود سے عاشقانہ محبت تھی۔ جب دوسرے گریجویٹ اور صاحب حیثیت لوگ حضور کی آمد پر بیٹھے رہتے حضرت مولوی صاحب کا یہ معمول تھا کہ آپ ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کا موقعہ ہاتھ نہ جانے دیتے۔چنانچہ میں نے خاص طور پر اس بات کو نوٹ کیا ہے کہ جب حضرت اقدس مسجد میں تشریف لاتے تو حضرت مولوی صاحب اس عشق و محبت سے معمور دل کے ساتھ آگے بڑھ کر حضور کا جوتا اٹھا لیتے اور نماز سے فراغت کے بعد جب حضور رخصت ہونے لگتے تو حضور کو جوتا پہنانے میں ایک سرور کی کیفیت محسوس کرتے۔(روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 29 مارچ 2003)

❁...... حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ باغ میں کسی تقریب پر تشریف لے گئے۔ غالباً جمعہ یا عید کا موقعہ تھا۔حضور کی گرگابی باہر پڑی تھی۔تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب تشریف لائے۔آپ عموماً اخیر میں آکر جوتوں کے پاس ہی بیٹھا کرتے تھے۔چنانچہ آپ وہیں بیٹھتے جہاں آپ کی گرگابی پڑی تھی۔جلدی سے آپ نے اپنا عمامہ اتارا جو دودھ کی طرح سفید تھا اور نہایت محبت سے اس کے پلّو سے حضور کے جوتوں کی گرد صاف کرنے لگے۔صاف کرنے کا انداز بتا رہا تھا کہ آپ انتہائی ذوق و شوق اور محبت کے بھرپور جذبہ سے اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔(سیرت شیر علی صفحہ 155 بحوالہ الفضل 7 اکتوبر 2000 صفحہ 4)

❁...... حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب ؓ جو دنیوی اعتبار سے بلندیوں کے عروج پر پہنچے اس مضمون کو خوب سمجھتے تھے کہ ''تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے''۔آپ کی زندگی کا یہ واقعہ بڑا دلچسپ اور ایمان افروز ہے جو محترم پروفیسر میاں محمد افضل صاحب نے محترم ثاقب زیروی صاحب سے سنا۔ لکھتے ہیں: ایک بار حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ؒ نے مکرم ثاقب صاحب کو یورپ کے مختلف ممالک اور شہروں کی سیر کروانے کا ارشاد فرمایا۔مقصد غالباً دو تھے یعنی ان ممالک کی جماعتوں سے رابطہ۔ نیز علمی، ادبی پروگرام ترتیب دے کر غیر از جماعت دوستوں سے رابطہ۔ بہرحال حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے جو ان دنوں عالمی عدالت انصاف کے صدر تھے حضرت خلیفۃ المسیح کے مہمان کی خاطر ایک ماہ کی چھٹی لے لی۔حضرت چوہدری صاحب کی سادگی اور انکساری کا یہ حال تھا کہ جس ہوٹل میں کمرہ بک کرواتے اس میں اپنے لئے چھوٹا کمرہ (عموماً بغیر اٹیچڈ باتھ روم کے) رکھتے اور مکرم ثاقب صاحب کے لئے بہتر کمرہ (بمعہ باتھ روم) بک کرواتے۔

محترم ثاقب صاحب نے بتایا کہ ایک صبح میں اپنے ہوٹل کے کمرہ میں بیدار ہوا تو جوتی غائب پائی۔اب میں کیا پہنوں؟ میرے پاس تو دوسری جوتی بھی نہیں۔ میں یہی سوچ رہا تھا تو میرے کمرہ کا دروازہ کھلا۔حضرت چوہدری صاحب اندر تشریف لائے۔ ہاتھ میں میری جوتی پکڑے ہوئے۔فرمانے لگے میں نے سوچا تمہاری جوتی پالش کروادوں اس لیے میں لے گیا اور اب پالش کروا لایا ہوں۔ ثاقب صاحب فرمانے لگے۔ میں ہکا بکا رہ گیا اور شرمندہ بھی۔عالمی عدالت کے جج میرے سامنے کھڑے تھے اور کس حالت میں؟ ایک عام سے آدمی کی جوتی ہاتھ میں اٹھائے ہوئے۔ یہ کام ملازم بھی کر سکتا تھا مگر نہیں۔مہمان کی عزت افزائی اسی میں ہے کہ خود خدمت کی جائے۔اور جو کام اپنے ذمہ لیا وہ کتنا مشکل بلکہ بظاہر کتنا حقیر۔مگر وہ جو مہمان کی قدر کرنا جانتے ہوں اور پھر انہیں یہ بھی خیال ہو کہ خلیفہ وقت کے مہمان ہیں تو وہ ایسے ادنیٰ کام کو بھی باعث عزت سمجھتے ہیں۔ (ملخص از روزنامہ الفضل ربوہ۔31 اگست 2002)

پس عاجزی اور انکساری کی یہ وہ تعلیم ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے عشاق صحابہ نے اپنے عمل سے ہمیں سکھائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس خلق کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی رضا اور قرب نصیب فرمائے۔آمین

اخلاق فاضلہ!

حضرت طلحہ ؓ بن عبید اللہ کے اخلاق کا ایک خوبصورت نقشہ آپ کی اہلیہ اُم ابان نے کھینچا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں بہت رشتے آئے تھے مگر انہوں نے حضرت طلحہ ؓ کی کئی شادیوں کے باوجود ان کے ساتھ نکاح کو ترجیح دی۔ جب اُن سے اِس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس کی وجہ حضرت طلحہ ؓ کے اخلاق فاضلہ ہیں۔ وہ فرماتی تھیں کہ مَیں طلحہ ؓ کے ان اوصاف کریمانہ سے واقف تھی کہ وہ ہنستے مسکراتے گھر واپس آتے ہیں اور خوش و خرم باہر جاتے ہیں۔ کچھ طلب کرو تو بخل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے۔ نیکی کرو تو شکرگزار ہوتے ہیں اور غلطی ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

(عبدالمجید ظفر. یو کے)

آج کل اُمتِ مسلمہ میں ایک بے چینی اور بے قراری کی فضا پائی جاتی ہے۔ ہر مسلمان جو چاہے دنیا کے کسی بھی خطہ میں رہ رہا ہو سراپا احتجاج بنا ہوا ہے اور اپنی تحریر، تقریر یا مظاہروں کی شکل میں اپنے غم وغصے کا اظہار کر رہا ہے۔ اس کی وجہ ایک اخلاق سے گری ہوئی فلم ہے جو امریکہ کی ریاست کیلئے فورنیا کے رہنے والے ایک کم ظرف شخص نے تیار کر کے دنیائے اسلام میں ایک کھلبلی مچا دی ہے۔ حقیقت میں اس نے دنیا کا امن جو پہلے ہی سازشوں کا شکار ہے کو برباد کرنے کی جانب قدم اٹھایا ہے۔ سام بسیلی نامی اس شخص نے ہماری جانوں اور ہمارے ماں باپ سے بھی پیارے رسول اور خدا تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مطہر زندگی کو پامال کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

ویسے تو اس عظیم المرتبت اور عدیم المثال نبی پر پندرہ سو سال سے الزامات اور اعتراضات ہوتے رہے مگر اس نیچ انسان نے تو آزادئ اظہارِ رائے کا سہارا لے کر کمینگی کی تمام حدوں کو پار کر دیا ہے۔ ہمیں تو اس مبیّنہ مہذب اور جدید دنیا کے اظہارِ رائے والے قانون کی سمجھ نہیں آتی۔ ایک طرف تو یہ ہے کہ بلا وجہ روڈ پر ہارن نہیں بجانا یا یہ کہ شام کے بعد کسی قسم کا شور نہیں کرنا کہ ہمسائے کو پریشانی نہ ہو یہاں تک کہ ہزاروں میل دور اگر کسی ملک میں اندرونی اختلاف پیدا ہو جائے تو بدامنی اور بے چینی کو دُور کرنے اور امن قائم کرنے کا بہانہ بنا کر اس ملک پر فوج کشی کر دی جاتی ہے۔ مگر دوسری طرف اگر کوئی بندہ اپنی زبان سے یا تحریر سے یا غیر اخلاقی فلم یا کسی بھی طور سے دنیا میں بسنے والے اربوں انسانوں کا جگر خون خون کر دے تو اسے اس لئے نہ پوچھا جائے کہ اسے اظہارِ رائے کی آزادی ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور عظمت کو کوئی کم نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود خداوند کریم نے اپنے اوپر لی ہے۔ قرانِ کریم میں فرمایا گیا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ اِس آیت میں قرآنِ کریم کی حفاظت کے ساتھ ساتھ رسولِ کریم کی شانِ نبوت اور شانِ قدوسی کی حفاظت کی بھی ضمانت دی گئی ہے۔ وہ انسانِ کامل جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود وسلام بھیج رہے ہوں اور اُن پر ایمان لانے والے اربوں انسان بھی شب وروز محوِ درود وسلام ہوں اُس کی شانِ اقدس اور عظمت کو کوئی کم نہیں کر سکتا۔ البتہ آپ پر ایمان لانے والے ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ آپ کی سیرتِ طیبہ اُن لوگوں کے سامنے پیش کرے جو آپ کے مقام کو نہیں جانتے اور اس قسم کی بے ہودہ فلم کا اثر قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔

یہ وقت ہے کہ اپنے غم وغصہ کے اظہار کے لئے بجائے توڑ پھوڑ اور گھیراؤ جلاؤ کرنے کے عقل ودانش اور حکمت سے کام لیتے ہوئے احسن طریق اختیار کیا جائے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں راہ نمائی کی گئی ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کہ ''اپنا دفاع احسن طور پر کرو''۔ چنانچہ ہمارے پیارے رسول ﷺ نے تمام عمر اسی پر عمل فرمایا۔ ہر مسلمان مرد وزن اور خورد وکلاں کو عہد کر لینا چاہئے کہ آپ کی ذاتِ مقدسہ پر ہونے والے ہر حملہ کا جواب قرآنی تعلیم کے مطابق حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دیں گے۔ اور ان مفسد اور شیطانی گروہوں کے اکسانے میں آ کر اپنی قوم اور ملک کا ناحق نقصان نہیں کریں گے۔

ہم نے اس دنیا کو بتانا ہے کہ خطہ عرب میں پیدا ہونے والا یہ نبی ایک عام انسان یا ایک عام رسول نہ تھا۔ بلکہ وہ ربِّ کون ومکاں کے نور سے منور ایک نورانی وجود تھا جس سے دنیا کی تاریکیاں دُور کرنے کے لئے نور کی شعائیں پھوٹتی تھیں۔ وہ تمام انبیاء کا سردار تھا جس کی کامل شریعت میں گزشتہ تمام شریعتیں شامل ہیں اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب قرآنِ مجید میں تمام سابقہ الہامی کتب کی تعلیم موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس روحانی رہبر و راہنما نے صرف تئیس سال کے اندر عرب کے ریگستان میں رہنے والے جاہل اور گنوار وحشیوں کو انسان اور پھر انسانوں سے باخدا انسان بنا دیا۔

آپ کی مقدس زندگی پر تنقید کرنے والے گمراہ اور راستی سے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔ انہیں کیا معلوم کہ آپ کا بچپن اور پھر جوانی کتنی سادہ، پاکیزہ اور شریفانہ تھی۔ اس عمر میں آپ دنیا کے مشاغل سے الگ تھلگ گوشۂ تنہائی میں رہتے تھے۔ آپ ہر وقت اپنے خالقِ حقیقی کی تلاش میں غرقاں رہتے۔ گناہوں کے ظلمات میں گری مخلوق کی ناگفتہ بہ حالت پر آپ کی روح تڑپتی تو آپ اس بے چینی اور تڑپ کو لئے گوشۂ تنہائی میں اپنے پروردگار کے حضور گریہ وزاری میں مشغول رہتے۔ آپ کا نہ کسی سے جھگڑا تھا نہ دشمنی اور نہ ہی مال ومتاع کا کوئی جھنجھٹ بس آپ کے جسم اور روح میں خدا تعالےٰ نے توحید اور تقویٰ کا خمیر گوندھ دیا تھا جو آپ کو چین سے نہ بیٹھنے دیتا تھا۔ آپ دنیا میں شرک، شراب نوشی، جوا، زنا، ظلم، زیادتی، بے انصافی، جنگ وجدل اور دیگر برائیوں کو برداشت نہ کرتے اور اپنے خدا سے دنیا کی اصلاح اور شرفِ انسانی کی بھی بھیک مانگتے اور گریہ وزاری میں کئی کئی روز وہیں گزارتے۔

ہمیں تو حیرانگی اس بات کی ہے کہ اس بیہودہ فلم بنانے والے شخص اور اس کے ساتھیوں نے یہ اخلاق سے گرا ہوا کارنامہ کر کے کیا حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر اسے اسلامی تاریخ کا علم نہ تھا جو کہ یقیناً نہیں تھا تو کم از کم مغربی عیسائی مصنفین اور محققین کی کتب سے ہی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ ان مورخین نے سچ اور حق کا خون نہیں کیا بلکہ انصاف سے کام لیتے ہوئے باوجود تضادِ عقیدہ اور انکارِ رسالت کے آپ کی پاکیزہ زندگی اور سیرت پر صداقت کی مہر لگائی ہے۔

انگریزی کا مشہور انشاء پرداز، ادیب اور مصنف تھامس کارلائل لکھتا ہے:

''بہر حال حضرت محمدؐ کے بارہ میں کچھ بھی کہا جائے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کبھی بھی تعیش کی طرف مائل تھے۔ یہ ایک بڑی غلطی ہوگی اگر یہ تصور کیا جائے

کہ آپ نفس پرست تھے۔ آپ کسی قسم کے بھی آرام وآسائش کو پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ کا گھریلو اسباب بہت ہی معمولی تھا۔ آپ کی غذا جَو کی روٹی تھی۔ بسا اوقات مہینوں آپ کے گھر چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگا لیتے تھے۔ آپ نے زندگی محنت پسندی اور عسرت میں بسر فرمائی۔ اگر محمدؐ کا کردار بلند نہ ہوتا تو اُن کی قوم کو اِن کو اس طرح دل سے نہ چاہتی۔ دنیا میں کسی شہنشاہ کے احکام کی ایسی اطاعت نہیں کی گئی جیسی گدڑی میں لپٹی اس عظیم ہستی کی کی گئی۔ اُن کا تئیس سالہ دَورِ نبوت ایک ہیرو کی تمام صفات اپنے اندر لئے ہوئے ہے"۔

(T. Carlyle; "Lectures Heros and Heroship", p.15)

چنانچہ آج کے دَور میں ایک بدقسمت شخص نے جو الزامات پاک اور مطہر انسان پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ناقابلِ دید تصاویر فلم بند کی ہیں، عرب کے معاشرہ میں یہی تو برائیاں تھیں جن کو مٹانے کے لئے آپؐ تشریف لائے تھے اور تاریخ اس کی گواہ ہے۔ قرآنِ کریم کی تعلیم اور آپ کی سنت جو احادیث کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ آپ نے تمام زندگی انہی بیماریوں کو معاشرہ سے نابود کرنے کے لئے جہاد کیا اور خدا تعالیٰ نے آپ کو کامیابی بھی عطا فرمائی۔ مثلاً شراب نوشی اس وقت لوگوں کا محبوب مشغلہ تھا مگر جب ہمارے پیارے رسول اور ہادئ برحق نے اس کی ممانعت فرمائی تو تاریخ میں آتا ہے کہ آپ کے صحابہؓ نے مدینہ کی گلیوں میں شراب کے مٹکے توڑ کر پانی کی طرح بہا دیئے۔ اگر آپ کے قول اور فعل میں تضاد ہوتا تو کون تھا جو آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار بھی ہوتا!

دنیا میں ایک طبقہ ایسا موجود ہے جو ہر سال کسی نہ کسی ملک میں مسلمانوں کے جذبات کو انگیخت کر کے معاشرہ میں فساد برپا کرنا چاہتا ہے۔ کبھی سرکارِ دوعالم ﷺ کے پاک وجود پر کارٹون بنا کر ان کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی جاتی ہے، کبھی آپ کی ازواجِ مطہرات کی ذات پر کیچڑ اچھال کر تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور اب تو حد کر دی کہ ایسی فلم تیار کر ڈالی جس نے ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا ہے۔ ان لوگوں کی روحانی آنکھ بینائی سے محروم ہے اِن کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ جو ہمارے نزدیک افضل الانبیاء ہیں کے گزشتہ تمام نبیوں، رسولوں اور اُن کی امتوں پر کتنے احسانات ہیں۔ آپ کی بعثت، نزولِ قرآن اور سلسلۂ وحی والہام نے گُم گشتہ تاریخ سے پردہ اٹھایا ہے۔ ورنہ کون جانتا تھا کہ آپ سے پہلے تشریف لانے والے برگزیدہ لوگ کب اور کن اقوام میں آئے۔ کس برائی کو ختم کرنے کا عزم کیا اور پھر اُس قوم نے اپنے نبی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

قرآنِ کریم میں بیان فرمودہ حالاتِ ماضی صرف اس لئے نہیں دہرائے گئے کہ آنے والے لوگ تاریخ سے آگاہی حاصل کریں بلکہ اس لئے روشنی ڈالی گئی ہے تا کہ معلوم ہو کہ انبیاء پر ایمان لانے والے کن انعامات کے وارث بنے اور انکار کرنے والوں کا کیا انجام ہوا تا کہ آئندہ نسلیں ان واقعات سے عبرت بھی حاصل کریں۔ وہ لوگ جو گاہے گاہے اُس محسنِ اعظم پر تنقید کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں اُن کے انبیاء (جو ہمارے بھی نبی ہیں) پر تو آپ کی عنایات سب سے زیادہ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کو قرآنِ کریم اور احادیث مبارکہ میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔ دونوں رسول اپنی قوم بنی اسرائیل سے بہت ستائے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ظالم اور جابر بادشاہ فرعون کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ یہ کہ ان کی والدہ نیک عورت تھیں، کس طرح پالنے میں معجزانہ طور پر دریا کی لہروں سے بچائے گئے اور پھر فرعون کے گھر پرورش پا کر اُس کی بدکرداریوں کی وجہ سے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور اپنی مظلوم قوم کو نجات دلا کر بہت بڑے بڑے خدائی نشان کے طور پر سمندر سے پار ہوئے اور فرعون کا لشکر اسی جگہ غرق ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی بزرگی اور عظمت کے اظہار کے لئے جس قدر معجزات و نشانات آپ کو عطا ہوئے اور آپ پر ایمان لانے والوں کو جو جو نعمتیں دی گئیں ان کا ذکر بنی اسرائیل کی اپنی کتب میں اتنا نہیں ملتا جتنا کہ اسلامی کتابِ مقدس میں ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال بھی بڑی صراحت سے قرآن کریم اور احادیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔ آپ کی نانی ایک نیک اور خدا رسیدہ خاتون تھیں جنہوں نے اولاد پیدا ہونے سے پہلے ہی اللہ کی راہ میں وقف کر دی۔ اُن کے ہاں جب بیٹی پیدا ہوئی تو اس کا نام مریم رکھا گیا جنہیں قرآنِ کریم نے مریم صدیقہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ جب خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق حضرت مریم کے ہاں بغیر باپ کے بیٹا پیدا ہوا تو الزامات کا جو طوفان اُس پاک عورت کے خلاف اٹھا انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ مگر قرآنِ حکیم نے بتایا کہ وہ نیک، پارسا اور اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی خاتون تھیں اور اُن کے ہاں پیدا ہونے والا بیٹا جن کا نام عیسیٰ ابنِ مریم رکھا گیا خدا تعالےٰ کا برگزیدہ اور سچا نبی تھا۔ پھر اُن کے معجزات اور نشانات کے ذکر کے ساتھ ساتھ جو آپ کی قوم بنی اسرائیل نے آپ پر ظلم ڈھائے بیان کئے گئے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ وہ بھی دیگر انبیاء کی طرح اللہ کے رسول اور مقامِ ارفع پر قائم تھے۔ اِن کے علاوہ بھی بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بہت سارے انبیاء کا سَر فخر سے بلند کیا ہے جبکہ اُن کا ذکر سوائے قرآن کے کہیں اور موجود نہیں۔ مگر افسوس کہ ہمارے عظیم المرتبت نبی اور اُن پر نازل ہونے والی کتاب کے ممنونِ احسان ہونے کی بجائے جب چاہے نازیبا حرکات پر اتر آتے ہیں اور شرم سے سر جھکتے نہیں۔

عیسائی مورخ بسورتھ اسمتھ اپنی کتاب "محمد اینڈ محمدن ازم" میں لکھتے ہیں:

"یہ صحیح ہے کہ تاریخ کی روشنی میں ہم مسیحؑ کی زندگی کے کچھ واقعات دیکھ سکتے ہیں لیکن اُن تیس سالوں سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے جو انہوں نے (نبوت سے پہلے) گزارے۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں اس نے اگرچہ دنیا کی معلومات میں کسی حد تک اضافہ کیا ہے اور آئندہ مزید انکشافات متوقع ہیں، تاہم ایک مثالی زندگی کون جانے کتنی قریب ہے کتنی دور؟ کتنی ممکن ہے اور کتنی ناممکن؟ ہم ان کی ماں کے بارے میں ان کی گھریلو زندگی کے بارے میں ان کے ابتدائی دوست احباب اور ان کے تعلقات باہم کے بارے میں اور اس سلسلہ

میں بھلا کیا جانتے ہیں کہ مسند نبوت پر وہ بتدریج فائز ہوئے یا وحی پا کر یک دم خدائی مشن کے حامل بن گئے؟ بہر حال کتنے ہی سوال ایسے ہیں جو ہم میں سے اکثر کے ذہنوں سے ٹکراتے ہیں۔ مگر وہ سوالات ہیں جواب کے بغیر۔ البتہ محمدؐ کے معاملہ میں صورت یکسر مختلف ہے۔ یہاں ہمارے پاس اندھیروں کی بجائے تاریخ کی روشنی ہے۔ ہم محمدؐ کے بارے میں اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ لوتھر اور ملٹن کے بارے میں۔ یہاں واقعات کا دامن خیال محض، قیاس، تخمین وظن، ماورائے فطرت روایات اور فسانہ وفسوں سے آلودہ ہونے کی بجائے حقائق سے آراستہ ہے۔ اور ہم با آسانی معلوم کر سکتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے...... یہاں ہر چیز دن کی پوری روشنی میں جگمگا رہی ہے۔...... ان کی جوانی، ان کی اٹھان، ان کے تعلقات، ان کی عادتیں، ابتدائی حالات اور پہلی وحی کے نازل ہونے تک کا لمحہ، ذہنی سفر اور ارتقاء وغیرہ، نیز ان کی داخلی باطنی زندگی کے متعلق بھی اور یہ کہ جب اعلان نبوت کر چکے تو پھر ہم ایک ایسی مکمل کتاب پاتے ہیں جو اپنی ابتدا اپنی حفاظت اور متن وغیرہ کے کئی پہلوؤں کے لحاظ سے بالکل ممتاز ومنفرد ہے"۔

(B. Smith; "Muhammad & Muhammadanism", page 8)

حقیقت یہ ہے کہ آپ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کوئی عام انسان کی زندگی نہیں جو چند اوراق میں بیان کر دی جائے بلکہ آپ کا روحانی دور تو قیامت تک کے لئے ہے اس لئے آپ اور آپ پر ایمان لانے والوں کا روحانی سفر اور ارتقا جاری وساری رہے گا۔ آپ کو ربّ العالمین نے قرآن کریم میں رحمۃ للعالمین کا منصب بھی عطا فرمایا ہے گویا سب جہانوں کی ہر چیز آپ کی رحمت کے تابع ہے۔ ان میں بسنے والی ہر مخلوق پر آپ کے احسانات ہیں۔ کرۂ ارض پر بسنے والے انسان، حیوانات، نباتات، جمادات اور ہر ظاہر و باطن مخلوق آپ کی رحمت سے مستفید ہو رہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَ عَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اعلان برائے داخلہ جامعہ احمدیہ یوکے برائے سال 2013ء

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان وانٹرویو) 22 اور 23 جولائی 2013ء کو انشاء اللہ تعالیٰ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہوگا۔ داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:

(1) تعلیمی معیار: درخواست دہندہ کم از کم چھ مضامین میں جی سی ایس ای (GCSE) کم از کم تین مضامین میں اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں C گریڈ سے کم از کم 60% سے کم نمبر نہ ہوں۔

(2) عمر: جی سی ایس سی (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی عمر زیادہ سے زیادہ 19 سال ہونی چاہئے۔

(3) میڈیکل رپورٹ: درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے تفصیلی میڈیکل رپورٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونی چاہیے۔

(4) تحریری ٹیسٹ وانٹرویو: درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہوگا۔ جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کیلئے صرف اسی کینڈیڈیٹ کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔ تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کے لئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی وار دو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہوگا۔ تاہم ترجمہ قرآن کریم اور کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بھی کینڈیڈیٹ کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ اس میں ان کے پڑھنے کا رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

(5) درخواست دینے کا طریق: درخواست متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہوگی:

(1) درخواست فارم بمعہ تصدیق نیشنل امیر صاحب۔

(2) درخواست دہندہ کی صحت بابت تفصیلی میڈیکل رپورٹ (بزبان انگریزی)۔

(3) جی سی ایس سی/اے لیولز کے سرٹیفکیٹ کی مصدقہ نقل۔ نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔

(4) پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔

(5) درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔

متفرق ہدایات:

(1) درخواست میں امیدوار کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔

(2) مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں 30 جون 2013ء تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔

(3) جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:

Jamia Ahmadiyya UK, Branksome Place,
Hindhead Road, Haslemere, GU27 3PN.
Tel:+44(0)1428647170, +44(0)1428647173
Fax: +44(0)1428647188

(4) رابطہ کے لئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دو پہر دو بجے تک ہیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ، یوکے)

تعلیمی پرچہ نمبر 1 میں
80% سے زائد نمبر حاصل کرنے والے انصار کے نام

کئی مجالس کے زعماء باقاعدگی سے اپنی مجالس کے ایسے انصار کے اسماء برائے اشاعت ارسال کرتے ہیں جو تعلیمی پرچوں میں 80 فیصد سے زائد نمبر حاصل کرتے ہیں۔ دیگر مجالس کے زعماء سے بھی درخواست ہے کہ اس پہلو سے توجہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ

مجلس مارڈن ساؤتھ: بلال احمد صاحب۔ محمد اسحاق ناصر صاحب۔ عبدالسمیع عمر صاحب۔ تنویر احمد تبسم صاحب۔ منصور احمد رانا صاحب۔ ذوالفقار احمد قمر صاحب۔ شاہد محمود صاحب۔ راجہ محمود احمد صاحب۔ خالد اسلام صاحب۔ غلام مصطفیٰ صاحب۔ محمد یعقوب لون صاحب۔ ناصر احمد صاحب۔ طیب احمد صاحب۔

مجلس نیو مالڈن: ملک ہارون بابر صاحب۔ رشید احمد مرزا صاحب۔ سلیم احمد بھٹی صاحب۔ چوہدری کلیم انجم صاحب۔ چوہدری رفیق جاوید صاحب۔ نسیم جمال صاحب۔ وقار عظیم صاحب۔ قمر الزمان صاحب۔ نصیر الرحمٰن صاحب۔ عامر انیس صاحب۔ بشیر طاہر صاحب۔ محبوب الرحمان صاحب۔ انور علی ناصر صاحب۔ محمد اجمل صاحب۔ مدثر احمد خان صاحب۔ ندیم خان صاحب۔ منصور احمد ملان صاحب۔ منور احمد صاحب۔ شمیم بھٹی صاحب۔ توقیر احمد صاحب۔ شیخ طارق صاحب۔ سید جمال حیدر صاحب۔ اسلم محمود صاحب۔ محمد افضل صاحب۔ مرزا اعجاز الرحمٰن صاحب۔ سردار لیاقت علی صاحب۔

مجلس لوئر مارڈن: چوہدری اللہ دتہ صاحب۔

مجلس انر پارک: عبدالقدیر کوکب صاحب۔ نصیر احمد خان صاحب۔ محمد صدیق بٹ صاحب۔ محمد سلیمان بٹ صاحب۔

مجلس ویسٹ ہل: سید اعجاز پرویز صاحب۔ محمد طارق صفدر صاحب۔ سید ظفر صاحب۔ رانا داؤد صاحب۔ عصمت اللہ چوہدری صاحب۔ سید دلنواز گیلانی صاحب۔ چوہدری طاہر احمد صاحب۔

مجلس پٹنی: سراج دین صاحب۔ مبارک احمد شاہد صاحب۔ محمد عبدالرشید صاحب۔ عبدالرشید شاکر صاحب۔ رشید احمد صاحب۔ طاہر احمد تنویر خان صاحب۔ مسعود احمد خان صاحب۔ امتیاز احمد صاحب۔ سعید احمد صاحب۔ مبارک احمد صاحب۔

مجلس رینز پارک: محی الدین عباسی صاحب۔ محمود علی مرزا صاحب۔

مجلس مسجد ویسٹ: مبشر احمد گوندل صاحب۔

مجلس ومبلڈن: محمد جاوید اقبال صاحب۔ کلیم احمد ندیم صاحب۔ عبدالرحمٰن باجوہ صاحب۔ آغا حبیب اللہ صاحب۔ ظفر اقبال محی الدین صاحب۔ محمد نصر اللہ صاحب۔ جاوید اقبال ظفر صاحب۔

مجلس ٹوٹنگ بیک: عبدالحمید احمد صاحب۔ حارث مہر شاہ صاحب۔ بصیر انور صاحب۔ عمران یوسف صاحب۔ رانا عبدالرزاق خان صاحب۔ شیخ محمد صفدر صاحب۔ فضل عمر ڈوگر صاحب۔ محمد ابراہیم عابد صاحب۔

مجلس بالھم: نصر اللہ چوہدری صاحب۔ مشہود اسلم صاحب۔ محبوب شاہد صاحب۔ حبیب الرحمٰن غوری صاحب۔ رشید احمد صاحب۔ داؤد طاہر صاحب۔ خواجہ ماجد صاحب۔ عباس احمد صاحب۔ عطاء القدیر طاہر صاحب۔ عبدالحمید باجوہ صاحب۔ اعجاز احمد وڑائچ صاحب۔ خالد شاہد صاحب۔ مرزا فرید احمد صاحب۔

حل مشکلات کا طریق: حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شخص نے اپنی مشکلات کے لیے عرض کی فرمایا: استغفار کثرت سے پڑھا کرو اور نمازوں میں یاحیّ یا قیوم استغیث برحمتک یا ارحم الراحمین پڑھو۔ پھر اُس نے عرض کی کہ استغفار کتنی مرتبہ پڑھوں؟ فرمایا: کوئی تعداد نہیں۔ کثرت سے پڑھو یہاں تک کہ ذوق پیدا ہو جائے اور استغفار کو منتر کی طرح نہ پڑھو بلکہ سمجھ کر پڑھو۔ خواہ اپنی زبان میں ہی ہو۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اے اللہ! مجھے گناہوں کے برے نتیجوں سے محفوظ رکھ اور آئندہ گناہوں سے بچا۔

مجلس کلیپہم: اعزاز احمد صاحب۔

مجلس مسجد فضل: نعیم احمد رضا صاحب۔ رؤوف خان صاحب۔ ملک مبشر صاحب۔ عبدالباسط صاحب۔ دبیر الحق صاحب۔ رحمت علی صاحب۔ اقبال احمد خان صاحب۔ عبدالوحید صاحب۔

مجلس سلاؤ: اکرم خالد صاحب۔ افضل احمد صاحب۔ حیدر حمید صاحب۔ کرشن احمد بی ٹی صاحب۔ محمود احمد بھٹی صاحب۔ مبشر احمد طاہر صاحب۔ مبشر ملک صاحب۔ عامر رانا صاحب۔ رانا مبارک بیگ صاحب۔ مبشر احمد صاحب۔ مظفر احمد صاحب۔ رفیع احمد بھٹی صاحب۔ خالد حسین صاحب۔ عتیق بھٹی صاحب۔ مسعود بھٹی صاحب۔ محمود مبشر صاحب۔ انور محمد صاحب۔

مجلس تھورٹن ہیتھ: محمد رانا نواز صاحب۔ عرفان عاصم صاحب۔ شفیق احمد صاحب۔ محمد رفیع الزمان صاحب۔ رؤوف احمد صاحب۔ عبدالقیوم کھوکھر صاحب۔

مجلس بارکنگ: شاہد احمد صاحب۔ طاہر ممتاز صاحب۔ حنیف احمد سنوری صاحب۔ داؤد ابراہیم احمد صاحب۔

مجلس پریسٹن: داؤد احمد پیر صاحب۔ ظفر اللہ جمال صاحب۔ مبشر احمد قریشی صاحب۔ فرید احمد احسن صاحب۔

مجلس نارتھ ویلز: وسیم احمد صاحب۔ انیس احمد صاحب۔ چوہدری منور احمد صاحب۔

مجلس سپن ویلی: عارف احمد صاحب۔ محمد اکرم صاحب۔ عمران عارف صاحب۔

مجلس لیڈز: محمد شعیب نیر صاحب۔ مدثر منصور صاحب۔

مجلس مانچسٹر ساؤتھ: حافظ مبارک احمد صاحب۔

مجلس ہڈرزفیلڈ: مبشر احمد صاحب۔ منیر احمد گھومن صاحب۔ محمد طاہر ورک صاحب۔ منیب الرحمٰن صاحب۔ عبدالشکور صاحب۔ طارق مجید صاحب۔ فتح الحق صاحب۔ محمد منشا صاحب۔ رانا افتخار صاحب۔

مجلس شیفیلڈ: ڈاکٹر منان احمد شیخ صاحب۔ ڈاکٹر ندیم احمد صاحب۔ انجم صدیقی صاحب۔ نسیم احمد صاحب۔ نعیم الرحمٰن صاحب۔ توحید الحق صاحب۔ نسیم احمد ڈار صاحب۔

مجلس برمنگھم ایسٹ: طارق محمود صاحب۔ محمد بوٹا صاحب۔ زاہد پرویز صاحب۔ مقصود احمد صاحب۔ طارق محمود صاحب۔ طاہر محمود صاحب۔ عبدالرحمان میر صاحب۔ غلام عباس بلوچ صاحب۔ سلیم احمد پی پی اے صاحب۔ سعید احمد رفیق صاحب۔ عارف احمد ملک صاحب۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے قیام کی سوسالہ تقریبات کے حوالہ سے

مجلس انصاراللہ برطانیہ کا شجرکاری کا منفرد پروگرام

جماعت احمدیہ برطانیہ کے قیام کی سوسالہ تقریبات کے حوالہ سے مجلس انصاراللہ برطانیہ نے Sandridge کے علاقہ میں ایک منفرد پروگرام کا انعقاد کیا جس کو ہر طبقۂ فکر کی طرف سے بےحد سراہا گیا۔

16 مارچ 2013ء بروز ہفتہ کی صبح Sandridge کے باسیوں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ موسلا دھار بارش کی پروا کئے بغیر قریباً دوصد افراد اپنے بیلچے، کسیاں، کدالیں اور دیگر اوزار اٹھائے پودے لگانے میں مصروف ہیں۔ یہ افراد برطانیہ کے مختلف مقامات سے وقارِعمل میں شامل ہونے آئے تھے۔ جنہوں نے اُس روز دس ہزار پودے لگائے جس کے لئے 345 ہیکٹرز کی نئی زمین تیار کی گئی تھی۔ چنانچہ Heartwood Forest (St. Albans) کے جنگل میں اُس روز گویا منگل کا سماں تھا جب Woodland Trust کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مجلس انصاراللہ کے درجنوں رضاکاروں نے انگلینڈ میں سب سے بڑے قدرتی جنگل کی تیاری میں قابل قدر کردار ادا کیا۔

مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ نے بعض دیگر ساتھیوں کے ہمراہ ایک ہفتہ قبل اُس جگہ کا جائزہ لیا تھا جہاں یہ وقارِعمل کیا جانا تھا۔ انہوں نے اس موقع پر کہا کہ ہمیں Woodland Trust کے ساتھ ایسا کام کرنے پر فخر ہے جس کے نتیجہ میں ماحولیات کو صاف کرنے میں مدد ملے گی اور ہماری آئندہ نسلوں پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔ ہم اپنی صدسالہ تقریبات مناتے ہوئے اس سے بہتر کیا کرسکتے ہیں کہ ایسا کام کرجائیں جس کے معاشرہ پر عمدہ اثرات آئندہ ایک سوسال تک جاری رہیں۔

برطانیہ یورپ کا سب سے کم قدرتی جنگلات کا حامل ملک ہے۔ جس کا صرف چالیس فیصد رقبہ قدرتی جنگلات کا حامل ہے۔ چنانچہ انگلینڈ کے سب سے بڑے قدرتی جنگل کی تخلیق کوئی آسان مرحلہ نہیں ہے کیونکہ اس میں چھ لاکھ درخت لگائے جانے کا پروگرام ہے۔

Hitchin & Harpenden کے ممبر آف پارلیمنٹ R. Hon. Peter Lilley بھی اس موقع پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ دیکھ کر نہایت خوشگوار حیرت ہوئی ہے کہ مجلس انصاراللہ کے اراکین کی اتنی بڑی تعداد، سخت موسم کی پروا کئے بغیر، ہماری مدد کرنے کے لئے یہاں پہنچی ہے تاکہ اس نہایت اہم منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرسکیں۔ اس جنگل کی تخلیق نہ صرف برطانیہ کی سرسبز علاقہ میں ایک پُرکشش اور دلچسپی کا باعث بننے والا اضافہ ہوگی بلکہ یہ جنگل اس بات کی بھی ضمانت دے گا کہ ہمارے علاقہ میں موجود سرسبزی کے مقابلہ میں، مسلسل جاری دیگر تعمیرات اپنا دائرہ وسیع نہیں کرسکیں گی۔

Heartwood Forest کی Woodland Officer Louise Neicho نے شجرکاری کی اس کامیاب مہم کے حوالہ سے کہا کہ ایک پودا لگانے کے لئے دو رضاکاروں کو اوسطاً چھ منٹ کا وقت درکار ہوتا ہے۔ جبکہ مجلس انصاراللہ کے اراکین نے ہوا کے تیز بگولے کی طرح کام کیا۔ چنانچہ ہم جو یہ سوچ رہے تھے کہ موسم کی سختی ان کے کام کے پورا ہونے میں رکاوٹ بنے گی لیکن ایسا دکھائی دیتا ہے کہ بارش نے ان کو مزید توانائی بخش دی ہو۔ ہمیں توقع تھی کہ آج زیادہ سے زیادہ چار ہزار پودے لگائے جاسکیں گے۔ تاہم صرف تین گھنٹے میں آٹھ ہزار سے زیادہ پودے لگادیئے گئے ہیں جو احمدیہ مسلم جماعت کے رضاکاروں کی خاص کوشش کا ہی نتیجہ ہے۔

ہرٹفورڈ شائر ریجن میں اس پروگرام کے کوآرڈینیٹر مکرم رفیع الدین صاحب نے Woodland Trust کے افسران کے تعاون پر اُن کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کے افراد کے اس نیک کام کے کرنے میں سہولت اور مدد فراہم کی۔ انہوں نے کہا کہ صفائی اور تزئین ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور ہر شخص کی انفرادی ذمہ داری بھی ہے۔ ایسے کام باہمی تعاون کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور ہم آئندہ بھی ایسے کئی کام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

مجلس انصاراللہ کے تحت کئی دیگر منصوبے بھی جاری ہیں جن میں بےگھر افراد میں خوراک کی تقسیم اور چیریٹی واکس کے ذریعہ مختلف ضرورتمند اداروں کی مدد کرنا شامل ہیں۔ اِن واکس کے ذریعہ گزشتہ صرف پانچ سال میں ایک ملین پاؤنڈ سے زیادہ رقم اکٹھی کرکے پیش کی جاچکی ہے۔

شجرکاری کی اس مہم میں اسّی سالہ سید محمد صاحب نے بھی حصہ لیا اور ایک سو پودے لگاتے ہوئے نمایاں کام کرنے کی توفیق پائی۔

☆ غیبت قتل سے زیادہ بری ہے۔ (حدیث نبویؐ)

☆ پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی یہ ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

☆ راتوں کو اٹھ کر بہت رویا کرو۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

☆ آپ کی ہر ترقی کا راز خلافت سے وابستگی میں ہی مضمر ہے۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ)

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی یادیں

ہومیوڈاکٹر رانا سعید احمد صاحب (مدیر سہ ماہی رسالہ ''ھوالشافی'' لندن) نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے حوالہ سے اپنی چند یادیں سپرد قلم کر کے اشاعت کے لئے ہمیں ارسال کی ہیں۔ اُن کے مضمون سے مختصر انتخاب، شکریہ کے ساتھ، ہدیۂ قارئین ہے۔ آپ رقمطراز ہیں:

9 مئی 1978ء کا دن میری یادوں میں محفوظ ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرینکفرٹ کی مسجد نور میں نماز مغرب وعشاء کے بعد اپنے احباب میں رونق افروز تھے۔ محترم نواب منصور احمد خانصاحب جرمنی کے مبلغ انچارج تھے۔ اُس زمانہ میں لوگ اتنے کم تھے کہ مسجد نُور بھی پوری نہ بھر سکی تھی۔ حضورؒ کرسی پر تشریف فرما تھے اور لوگ مختلف سوالات کر رہے تھے۔ کوئی اپنی بیماری کا ذکر کر کے دوا پوچھتا تو کوئی اپنے ذاتی مسائل و پریشانیوں کا اظہار کر کے دعا کی درخواست کرتا۔ حضورؒ مسکراتے ہوئے سب کو اطمینان بخش جوابات عطا فرماتے رہے۔

دورانِ مجلس حضورؒ کی خدمت میں کافی پیش کی گئی جس میں condensed milk استعمال کیا گیا تھا۔ دودھ کا ڈبہ بھی کافی کے ساتھ ہی میز پر موجود تھا۔ حضورؒ نے کافی کا گھونٹ لیا تو فوراً پوچھا کہ اس میں کونسا دودھ استعمال کیا گیا ہے؟ اس پر حضورؒ کی خدمت میں Baren کمپنی کا تیار کردہ ٹین کا ڈبہ پیش کیا گیا۔ حضورؒ نے اسے ملاحظہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس دودھ کو لمبا عرصہ محفوظ رکھنے کیلئے اس میں ایک کیمیکل شامل کیا جاتا ہے۔ اگر وہ کیمیکل شامل نہ کیا جائے تو دودھ بہت جلد خراب ہو جائے گا۔ لیکن یہی کیمیکل انسانی جسم پر بُرے اثرات مرتب کرتا ہے اور بیماری پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ اسلئے یہ دودھ مضرصحت ہے اور اس سے بچنا چاہئے اور ہمیشہ تازہ دودھ استعمال کرنا چاہئے۔

اُس دن سے حضورؒ کی یہ نصیحت میرے دل پر ایسے نقش ہو گئی کہ بعد میں بہت تکلیف اٹھانے کے باوجود بھی Longlife Milk کے استعمال پر دل آمادہ نہیں ہوا۔ اسی طرح بچوں کو بھی ہمیشہ بازار میں دستیاب تازہ دودھ ہی پینے کے لئے مہیا کیا۔ حالانکہ اُس وقت Longlife Milk خریدنا اور گھر میں محفوظ کرنا آسان تھا۔ لیکن اس میں موجود کیمیکل (جو ایک قسم کا زہر ہی ہے) کے بداثرات کے بارہ میں لوگ زیادہ فکرمند نہیں ہوا کرتے تھے۔

بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی متعدد مرتبہ خاکسار کو کافی پیش کرنے کی توفیق ملی۔ حضورؒ بھی چائے اور کافی میں ہمیشہ تازہ دودھ استعمال کرنا پسند فرماتے تھے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اتنی معمولی مقدار کے کیمیکل سے اتنے بڑے انسانی جسم پر کونسے ایسے مہلک اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور یہ دلیل بھی دی جاتی ہے کہ خود جرمن قوم اور دیگر ترقی یافتہ قوموں کے افراد بھی تو لمبے عرصہ سے Longlife Milk کا استعمال کر رہے ہیں۔ تو اُن کو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہمیں صراط مستقیم پر چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں خلافت جیسی نعمت عطا کی ہے۔ خلیفۂ وقت ہماری جسمانی اور روحانی نشوونما کے لئے حکمت سے بھرپور ہدایات دیتے ہیں اور ہر پہلو سے ہماری راہنمائی فرماتے ہیں۔ آج دنیا میں اکثر بیماریاں ایسی ہی زہروں کی وجہ سے پھیل رہی ہیں جو خوراک کے ساتھ ہمارے جسم میں داخل ہوتے ہیں پس خلیفۃ المسیح کی اس ہدایت پر عمل کرنے کے نتیجہ میں یقیناً ہم خود کو کئی بیماریوں سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

بے شک دودھ اپنی ذات میں تو بیماری کا باعث نہیں ہوتا لیکن Longlife Milk میں جو زہر شامل کیا جاتا ہے وہ آہستہ آہستہ انسانی جسم میں سرایت کرتا جاتا ہے اور کئی بیماریوں کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔

اسی مجلس کی ایک اَور بات بھی مجھے یاد ہے۔ حضورؒ نے ایک نوجوان کی طرف دیکھ کر دریافت فرمایا کہ کیا تم فٹ بال کے کھلاڑی ہو؟ اُس نوجوان نے نفی میں سر ہلایا تو مسکراتے ہوئے فرمایا: پھر بال اتنے لمبے کیوں رکھے ہوئے ہیں!۔ یہ نوجوان اپنے سر پر رومال بھی باندھے ہوئے تھا۔ اس پر حضورؒ نے فرمایا کہ جو رومال ہم صفائی کے لئے استعمال کرتے ہیں، اُسے نماز کے وقت سر پر باندھنا مجھے پسند نہیں ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے حوالہ سے یہ بھی عرض کردوں کہ حضورؒ بڑے ہی شفیق، دُوراندیش اور گہری نظر رکھنے والے انسان تھے۔ خاکسار 1981ء میں جب پاکستان گیا تو حضورؒ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ حضورؒ نے ازراہ شفقت کافی وقت عنایت فرمایا۔ حضورؒ چونکہ خاکسار کے خاندان کو بھی جانتے تھے چنانچہ خاکسار نے حضور انورؒ سے مشورہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور! اب مَیں نے واپس جرمنی نہیں جانا بلکہ ربوہ میں ہی ڈیری فارم وغیرہ بنانے کا ارادہ ہے۔ اس پر حضورؒ نے کچھ توقف فرمایا اور پھر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ نہیں، تم واپس جرمنی جاؤ۔ مَیں نے عرض کیا کہ پھر حضور دعا کریں کہ وہاں پر ویزے کا کوئی بندوبست ہو جائے کیونکہ حالات تو سازگار نہیں ہیں۔ تب حضورؒ نے نہایت شفقت سے دعائیں دیں اور فرمایا کہ واپس جانے سے پہلے مجھے مل کر جانا۔ اس پر خاکسار کو بہت خوشی ہوئی کہ دوبارہ دیدار حاصل ہوگا۔ چنانچہ مئی 1981ء میں خاکسار حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کرنے پر عرض کیا کہ چند روز تک واپس جرمنی جانے کا ارادہ ہے۔ اس پر حضورؒ نے دعا دی اور خاکسار کے رخسار پر تھپکی دیتے ہوئے فرمایا: ''جاؤ، اللہ حافظ''۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر مَیں نے واقعۃً ہر قدم پر معجزات دیکھے۔ نہ صرف ربوہ سے جرمنی تک پہنچنے اور وہاں سیٹ ہونے تک بلکہ اُس کے بعد سے آج تک بھی وہ معجزات جاری ہیں۔ یہ حضورؒ کی دعاؤں کا ثمر ہے کہ خاکسار آج بھی یورپ میں موجود ہے اور ساری مشکلات اللہ تعالیٰ نے آسان فرما دی ہیں۔ دنیا کی نعماء سے بھی نوازا ہے اور دین کی خدمت کی توفیق بھی عطا فرمائی ہے۔ مخلوق خدا کی خدمت کی سعادت بھی مل رہی ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

"سب کچھ تری عطا ہے"

آج کی زیرِ تبصرہ کتاب مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب کی نظموں، غزلوں اور قطعات کا مجموعہ ہے۔ جو لوگ شاعر موصوف سے شناسا ہیں، اُن کے لئے یہ بات یقیناً حیرت کا موجب تھی کہ بہت سی ذاتی خوبیوں اور عمدہ اخلاق کا حامل یہ شخص ساری زندگی تجارت سے وابستہ رہنے کے باوجود شاعری میں بھی اپنا نام پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ چنانچہ "سب کچھ تری عطا ہے" اپنے نام کی طرح اس امر پر بھی گواہ ہے کہ حساب کتاب کے چکروں میں رہنے کے باوجود اردو ادب کی ایک نہایت نازک اور لطیف شاخ میں طبع آزمائی کرتے ہوئے بھی جناب خواجہ صاحب نے دین سے وابستگی، معاشرتی پاکیزگی اور ذہنی بالیدگی کا خوب خوب خیال رکھا ہے۔ اور یہ اندازِ فکر یقیناً قابلِ تحسین ہے۔

موصوف شاعر کے کلام کا اکثر حصہ خلافتِ احمدیہ، مرکزِ احمدیت اور دیگر دینی موضوعات کے گرد گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔ بلاشبہ اس کا کریڈٹ محترم شاعر کی عقلِ سلیم کے علاوہ اُس بابرکت بستی کے پاکیزہ ماحول کو بھی دیا جانا چاہئے جس کی مصفّٰی فضاؤں میں سانس لیتے ہوئے شاعر موصوف نے اپنے شعور کی منزلیں طے کیں اور اپنے احساسات کو لطیف انداز میں پروان چڑھایا۔

قریباً اڑہائی صد صفحات پر مشتمل کتاب "سب کچھ تری عطا ہے" اپنی پیشکش اور طباعت کے لحاظ سے بھی بہت عمدہ ہے۔ سفید کاغذ پر ٹائپ شدہ تحریر، مجلّد کتاب اور خوبصورت سرورق۔ لیکن اس کتاب میں شامل منظوم کلام میں سے انتخاب پیش کئے بغیر چونکہ یہ تبصرہ مکمل نہیں ہوتا اسلئے ذیل میں یہ انتخاب ہدیۂ قارئین ہے۔ امید ہے کہ یہ چند اشعار آپ کے ذوق کی تسکین کرنے اور آپ کی ذات کے حوالہ سے ماضی کی یادیں کریدنے کے علاوہ آپ کو اس کتاب کے پڑھنے کیلئے بھی اکسائیں گے۔ اکثر نظمیں ایسی ہیں کہ آپ فوراً پہچان جائیں گے کہ اس نظم میں کس ہستی کا ذکر ہے۔ تاہم سب سے پہلے اُس دعائیہ نظم سے چند اشعار پیش ہیں جن کی قبولیت کے نتیجہ میں ہی یہ سخنوری عطا ہوئی ہے:

مجھے شعر کہنا تُو یا ربّ سکھا دے
میرے شعر حکمت کے موتی بنا دے
کہوں جو بھی تیری ہی خاطر کہوں مَیں
مجھے ایسا تقویٰ خدایا سدا دے
میرا نام محمود نے تھا جو رکھا
مجھے ویسا مومن خدایا بنا دے
مرا حوصلہ جو بڑھاتا ہے ہر دَم
وہ مسرور ہے اُس کو اعلیٰ جزا دے

.....

آسماں سے مہدئ موعود نے پائی خبر
نُور کا پیکر ملے گا تجھ کو اِک لختِ جگر
ساری قومیں برکتیں پائیں گی اُس موعود سے
نورِ فرقاں سے منور ہوں گی وہ محمود سے
آپؓ مظلوموں کے حامی اور تھے اُن کے نصیر
آپؓ کے دَم سے رہائی پا گئے لاکھوں اسیر
اس کی ہمت سے ہوئی آباد ربوہ کی زمیں
بن گیا اس کی دعاؤں سے یہ اِک شہرِ حسیں

.....

سادہ مزاج نیک طبیعت جوان تھا
جوہر شناس نے اُسے خلیفہ بنا دیا
ہونے لگا ہے عرش سے اس پر نزولِ نُور
اس کا کلام دیتا ہے دنیا کو اِک سرور
اُلفت میں اُس کی چُور ہیں پیر و جواں سبھی
کرتے ہیں جان و دل بھی فدا اُس پر ہر گھڑی
مومن بھی اُس کا ادنیٰ سا چاکر ہے دوستو
اپنے خدا کے فضلوں کا شاکر ہے دوستو

.....

صدیوں کا کام کرکے وہ پیارا چلا گیا
ہر اہلِ دل کی آنکھ کا تارا چلا گیا
ہر سانس اس کا دینِ متیں کے لئے تھا وقف
دینِ ہدیٰ کا عالی منارا چلا گیا
وہ ایم ٹی اے کا مائدہ کرکے ہمیں عطا
سُوئے عدم وہ نور کا دھارا چلا گیا

.....

رہا واسطہ میرا کرب و بلا سے
ہے گزری مری عمر دکھ سہتے سہتے
میرا تو خدا کی پنہ ہے ٹھکانا
سکوں مل رہا ہے وہاں رہتے رہتے
یوں بحرِ محبت میں غوطے لگا کر
یہ پہنچا ہے مومن کہاں بہتے بہتے

.....

ربوہ کی سرزمین کو چوموں گا بار بار
ربوہ کی برکتوں نے ہی بخشا مجھے قرار
زیرِ زمیں جو سوئی ہیں ربوہ میں ہستیاں
روشن ہیں اُن کے نُور سے ربوہ کے برگ و بار
علم و عمل کا شہر ہے اور امن کا حصار
جاری ہیں چشمے فیض کے ربوہ کے ہر کنار
پھر کھل اٹھیں گے خوشیوں سے ربوہ کے بام و دَر
آئے گا جب بھی لَوٹ کر ربوہ کا شہریار
فضلِ عمر کی درد سے لبریز تھی دعا
ربوہ کو جس نے کر دیا اِک شہرِ مرغزار

.....

جس نے مٹایا کلمہ اور اپنے خدا کا نام
اس سے خدائے عزّ و جل لے گا انتقام
مولیٰ نے بد اعمال کی دی ہے تمہیں سزا
تم پر خدا کا قہر ہی پڑتا ہے صبح و شام
کرتے ہو اس امام کی تکذیب ہر گھڑی
شاہِ اممؐ نے بھیجا تھا اپنا جسے سلام
جب تک مسیحِ وقت کو کرتے نہیں قبول
بن کر رہو گے دوستو اغیار کے غلام

.....

اور آخر میں اُس نظم کے چند اشعار پیش ہیں جو حضور انور ایدہ اللہ کے خطبات سے متاثر ہو کر کہی گئی ہے:

اِک حسیں ہوتا ہے جب بھی شان سے جلوہ نما
سینہ میں قرآں سجائے لب پہ مولیٰ کی ثنا
اُس کی پُر تاثیر باتیں دل کو دیتی ہیں سکوں
اس کا خطبہ ہے سبھی کے واسطے آبِ بقا
کرتا ہے انذار اور تبشیر وہ حکمت کے ساتھ
سنتے ہیں سب لوگ اس کا یہ پیامِ جانفزا
بادشاہ پائیں گے برکت حضرتِ مسرور سے
قومیں اس کے امن کے پرچم میں ڈھونڈیں گی پناہ

امید ہے کہ یہ چند سطور پڑھنے کے بعد آپ یہ خواہش بھی ضرور کریں گے کہ یہ کتاب حاصل کر کے اس کا مطالعہ کریں۔

نوٹ: اگر آپ اپنی کسی پسندیدہ کتاب کا تعارف "انصار ڈائجسٹ" کی زینت بنانے کے خواہشمند ہیں تو براہ کرم درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں: 07947408144